بفیضان نظر

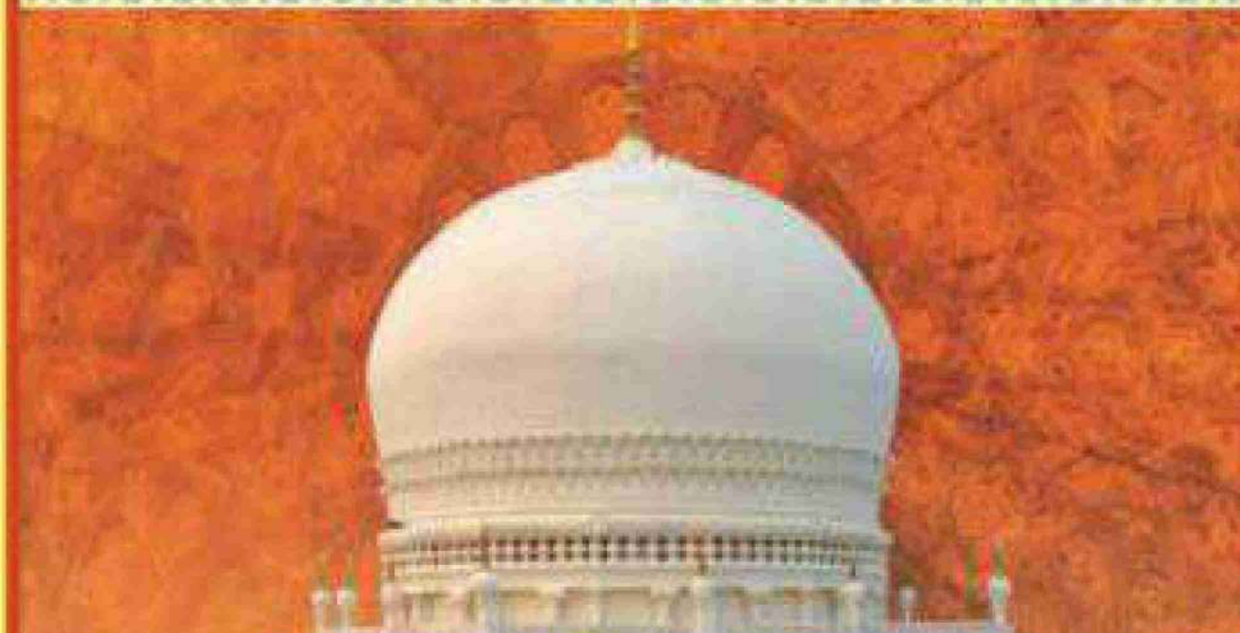

سید شاہ عبید اللہ قادری ... پاشاہ

ماہنامہ

صدائے شجاعیہ

حیدرآباد

علمی، ادبی و سماجی ترجمان

MAY
2025

چیف ایڈیٹر: سید محمد ابراہیم حسین قادری

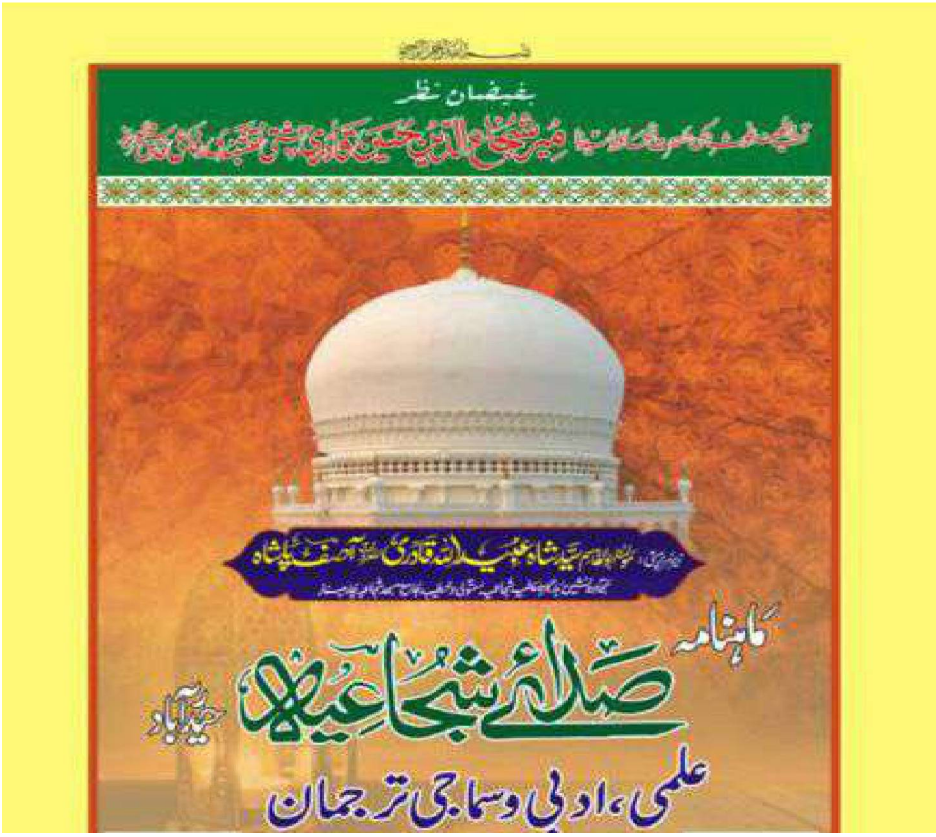

VOLUME No. 4 ISSUE No. 60 PAGES 64 PRICE Rs. 5/-

MAY 2025

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

PRESS LINE: SADA E SHUJAIYA URDU MONTHLY

Edited, Printed, Published & Owned by : SM IBRAHIM, Print at: Aijaz Printing Press S.No. 22-8-81, Chatta Bazar, Hyderabad. Published from:Office Shujiya Times D.No.22-5-918/15/A, Charminar Hyderabad-2. **Managing Editor: Mumtaz Ahmed.**

بسم الله الرحمن الرحيم

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله

فہرست مضامین

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	حمد		4
۲	نعت شریف		5
۳	اداریہ	مولانا سید ابراھیم پاشاہ قادری صاحب	6
۴	کعبہ شریف کی عظمت و تقدس	مولانا سید عزیز اللہ قادری صاحب	7
۵	حج اجتماعیت اور یکجہتی کا مظہر	شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	18
۶	روضہ اقدس پر حاضری کے آداب	مولانا ڈاکٹر عبد المجید نظامی صاحب	27
۷	حضرت ابراھیم علیہ السلام صبر و رضا کے پیکر	مفتی محمد انوار احمد قادری نظامی صاحب	34
۸	وقف کی شرعی حیثیت اور۔۔۔۔	ماخوذ	53
۹			
۱۰			
۱۱			
۱۲			

''صدائے شجاعیہ'' ملنے کا پتہ

خانقاہ شجاعیہ عقب جامع مسجد شجاعیہ چار مینار حیدر آباد ۔ تلنگانہ

حمد باری تعالی

ہر سمت تیری نصرت ہر شے میں تیری قدرت
کون و مکاں ہے تیرے تو ہی بنائے قسمت
خلا ہے دو جہاں ہیں رزاق التجا ہیں
عالم میں تو ہی افضل تجھ کو فنا کہاں ہے
تو لاشریک یارب وحدت ہے تیری فطرت
قیوم نام تیرا ہر سمت تیری شہرت
جن و بشر کے لب پر تیری کہانیاں ہیں
شمس و قمر، ستارے تیری نشانیاں ہیں
حافظ حظات حالی پر عیب سے ہے خالی
کیا حمد اس کی لکھوں اس کی صفت نرالی
ہر سمت تیری نصرت، ہر شے میں تیری قدرت
کون و مکاں ہے تیرے تو ہی بنائے قسمت

نعت شریف

میں کرسکوں طواف دیار رسول اللہ ﷺ کا
روضہ ہو میرے سامنے پیارے رسول اللہ کا

صرف اتنا التماس مجھے اپنے رب سے ہے
محشر میں آسرا ہو دلارے رسول ﷺ کا

صدیوں کے بعد بھی ہے وہی حج کا اژدہام
اک یہ بھی معجزہ ہے ہمارے رسول ﷺ کا

جیسے کہ یہ تمام ستارے غلام ہیں
یوں حکم مانتے ہیں ستارے رسول ﷺ کا

مشہودؔ اب ہے حاضری اپنی بہت قریب
دیکھا ہے روضہ خواب میں پیارے رسول اللہ ﷺ کا

پروفیسر سید مشہود حسن رضوی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

ہندوستان میں شدت پسند وفرقہ پرست عناصر روز بروز اپنی جڑوں کو وسیع اور مضبوط کرنے میں کامیاب ہورہے ہیں، جس سے ہندوستان کا سیکولرڈھانچہ کمزور ہوتا جارہا ہے۔ان حالات میں اپنے وطن عزیز سے محبت اور وابستگی کا تقاضا ہے کہ جس ملک میں ہم رہتے بستے ہیں اور جس ملک کو امن کا گہوارہ بنائے رکھنے کیلئے ہمارے آباءواجداد نے قربانیاں دی ہیں،اس سرزمین کو فتنہ وفساد، ظلم وزیادتی ،نفرت وعداوت، قتل و خون ،تعصب اور جانبداری سے محفوظ رکھنا اور اپنے ملک میں امن وسلامتی ، پیار ومحبت ، بقائے باہم اور مذہبی رواداری کی فضاء کو ہموار رکھنا، دیگر مما لک میں اپنے ملک کا نام بلند کرنے میں اپنا کلیدی کردار ادا کرنا ہمارا فرض منصبی ہے۔

مسلمانوں کو ہر اعتبار سے انتہائی سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ہمیں وہ اخلاق کا مظاہرہ کرنا پڑے گا جن کا حضورﷺ نے مکہ مکرمہ میں دشمنوں کے ساتھ کیا تھا۔اور مسلمانوں کو اللہ سے اپنے تعلق سے مزید تر گہرا بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ہم جب ہی کامیاب ہوسکتے ہیں جب ہم ان سنگین حالات میں اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامیں گے۔

فقط:۔مولانا سید ابراھیم پاشاہ قادری صاحب

کعبہ شریف کی عظمت وتقدس

مولانا سید محمد عزیز اللہ قادری صاحب

روئے زمین پر سب سے محترم اور مقدس اور باعظمت، قابل احترام، لائق تقدس جگہ، سکون وطمانیت کا مسکن ومنبع، جہاں ودنیا کا پر وقار پر رونق مقام ''خانہ کعبہ'' ہے، اس کعبہ کی عظمت وتقدس اور اس میں موجودہ اللہ عزوجل کی نشانیوں کیا کہنا، خود اللہ عزوجل قرآن کریم میں ببانگ دہل اعلان کررہے ہیں ''فیہ آیات بینات ومقام ابراہیم'' (آل عمران:) اس میں ہماری بے شمار نشانیاں اور مقام ابراہیم جیسا مقدس مقام بھی ہے، اللہ عزوجل کا فضل وکرم رہا کہ ماہِ شعبان کے ابتداء میں خانہ کعبہ کے دیدار وزیارت کا شرف حاصل ہوا، اللہ نے وہ نورانیت اور یکسانیت اور روحانیت اس میں رکھی ہے، دیکھتے رہیں جی بھرتا ہی نہیں، وہاں سے اٹھ کر اور خانہ کعبہ سے جدائیگی کا تصور ہی دل کو بے کل وبے چین کیئے دیتا ہے، جب میرا وقت ہو چکا تو خانہ کعبہ کے پاس وداعی طواف اور دعا کرنے کے بعد بلا مبالغہ کہتے ہوں خانہ کعبہ کے پاس سے پلٹنے کو طبیعت ہی نہیں چاہتی، کیوں کر ایسا نہ ہو پہلے تھوڑا سا ہٹ کر دعا میں مصروف رہا، پھر سیڑھیوں کے پاس آکر دس پندرہ منٹ ٹکٹکی باندھا دیکھتا رہا، پھر باب عبدالعزیز کے قریب آکر پھر پلٹ کر حسرت بھری نگاہوں خانہ کعبہ سے جدائیگی پر دل بے چین وبے کل تھا، پھر باب عبدالعزیز کے باہر آکر پھر ٹھہر کر دیکھتا رہا، پھر کلاک ٹاور کے پاس آکر پھر رکا رہا، آخر تو وقت ہو رہا تھا، حسرت بھری نگاہوں سے آخری نگاہ ڈالتا ہوا واپس آیا۔

واپسی کے بعد ہر دم یہی خیال آتا کہ کاش میں بیت اللہ کا پڑوسی ہوتا، پھر اس کے بعد میں نے تحقیق وجستجو کرنے شروع کی کہ خانہ کعبہ کی ابتدائی تعمیر کیسی ہوئی؟ اور مقامات مقدسہ اور اللہ عزوجل کی مختلف نشانیوں کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے، اس تحریر خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کی تاریخ مختصر حجر اسود اور مقام ابراہیم

کی اہمیت اور انبیاء سے لے کر اولیاء نے بیت اللہ کا جو حج کیا اس کی تفصیلات ذکر کر رہا ہوں

خانہ کعبہ کی ابتداء :۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ترجمہ: بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے جو لوگوں کے لئے نہایت متبرک جگہ اور سارے جہاں والوں کے ہدایت کا مقام ہے۔ اور اللہ عزوجل کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: (بنایا ہے اللہ نے کعبہ کو (جو) حرمت والا گھر ہے قائم رہنے کا باعث لوگوں کیلئے اور حرمت والے مہینوں کو اور قربانی کو اور پٹے والے جانوروں کو یہ (اس لیے) تا کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔) اس کے علاوہ بے شمار آیتیں ہیں، جو خانہ کعبہ کی عظمت کو بیان کرتی ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ، جس اللہ عزوجل نے بیت معمور سے پہلے زمین پر بسایا ہے۔

خانہ کعبہ کو کو ''بکہ'' اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ جو مسجد حرام اور بیت اللہ خانہ کعبہ میں واقع ہے، ''بکہ'' مسجد حرام کو کہتے ہیں، یہ ''بکّہ'' سے مشتق ہے، جس کے معنی ازدحام کے ہیں، چونکہ یہاں لوگوں کی ہر دم بھیڑ اور ازدحام ہوا کرتا ہے، اس لئے اس کو ''بکہ'' کہتے ہیں، قتادہ کہتے ہیں، بیت اللہ کو ''بکہ'' سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ یہاں مرد و عورت سب یکساں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، یکجا نماز پڑھتے ہیں، یہ صرف خانہ کعبہ میں درست ہے۔

بعض مفسرین کا تو کہنا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ہوئی، اس گھر کو حضرت آدم علیہ السلام کے کے بھیجے جانے سے قبل فرشتوں نے تعمیر کیا تھا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمات ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول سب سے پہلے کونسی مسجد بنی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام، پھر کونسی تو فرمایا: مسجد اقصی، میں نے کہا: دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا : یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خانہ کعبہ کے بنانے کا ذکر ملتا ہے تو وہاں قرآن کہتا ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو اس کے پرانی اساس اور بنیاد پر تعمیر کیا ہے، اور یہ معلوم اور معقول ہے کہ جتنے انبیاء ▪ علیہ السلام تھے ان پر نمازیں فرض تھیں، اور

وہ خانہ کعبہ کی جہت پر ہی نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں: بیت اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں سرخ یاقوت کی شکل میں جنت کے یاقوت کا سا نور اس سے جھلکتا تھا، اس کا سونے کا ایک مشرقی دروازہ اور ایک مغربی دروازہ تھا، اس میں تین سونے کی قندیلیں تھیں جس سے نور دہکتا تھا، جس کے دروزے پر سفید یاقوت ستارے جڑے ہوئے تھے، رکن یمانی اس زمانے میں سفید یاقوت کی شکل میں تھا، خانہ کعبہ کی یہی صورتحال نوح علیہ السلام کی زمانے تک رہی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ بیت المعمور کے مثل، اسی کے سائز اور مقدار میں گھر روئے زمین پر بنائیں، اللہ عزجل نے فرشتوں کو اس کا حکم کیا، تو انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی، اللہ عزوجل نے روئے زمین پر بسنی والی مخلوق کو خانہ کعبہ کے طواف کا ایسے ہی حکم کیا جیسا اہل آسان بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں، اسن کو ابن جوزی نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: جب حضرت آدم علیہ السلام کو روئے زمین پر بھیجا گیا، تو فرمایا: اے آدم میرے لئے میرے آسمان میں گھر کے مقابل گھر بناؤ، جہاں تم اور تمہاری اولاد میری عبادت کرسکو، جس طرح میرے ملائکہ میرے عرش کے اردگرد میری عبادت کرتے ہیں، فرشتے زمین پر آئے انہوں نے ساتویں زمین تک کھدائی کی۔

اس میں روئے زمین کے اوپر تک فرشتوں نے ایک چٹان رکھی، حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ایک سوراخ دار سرخ یاقوت بھیجا گیا، جس کے چار سفید ستون تھے، اس کو اس بنیاد پر رکھا گیا، یہ یاقوت اسی طرح رہا یہاں تک اللہ عزوجل اس کو اٹھالیا، اس کی بنیادیں یوں ہی برقرار رہیں، پھر اس کے بعد اولاد آدم نے فرشتوں کی بنیاد پر مٹی اور پتھر کا گھر بنیا، یہ گھر ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک معمور رہا، طوفان نوح میں یہ ڈھنک گیا، تو اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بنیاد تلاش کرنے کا حکم کیا، جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر زمین پر مارے، زمین کے نیچے سے خانہ کعبہ کی اساس اور بنیاد ظاہر ہوگئی، پھر ملائکہ اس بنیاد پر ایک چٹان رکھی، جس چٹان کو بمشکل تیس لوگ اٹھاپاتے، اس کے اوپر بیت اللہ کی تعمیر کی گئی ’’وبنی علیہ البیت‘‘

(الاثر) عطاء ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے اس خانہ کعبہ کے احوال بتلائیں تو انہوں نے فرمایا: یہ گھر اس کو اللہ عزوجل نے سرخ جوف دار یاقوت کی شکل میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل کیا، فرمایا: اے آدم، یہ میرا گھر ہے، اس کے اردگرد طواف کرنا اور نماز ادا کرنا، جس طرح تم نے میرے فرشتوں کو میرے عرض کا طواف کرتے ہوئے وہاں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آئے، پتھروں سے انہوں نے کعبہ اللہ کی بنیاد رکھی، پھر ان بنیادوں پر خانہ کعبہ تعمیر کیا گیا، جب اللہ عزوجل نے قوم نوح کو غرق کیا تو اس گھر کو اٹھالیا، اس کی بنیادی رہ گئیں (جامع شعب الایمان)

سہیلی کہتے ہیں: تفسیر میں مروی ہے: جب اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین سے کہا'' یہ جواب صرف سرزمین حرم نے دیا، اس لئے اللہ عزوجل اس سرزمین کو محترم بنایا'' فلذ لک حرمھا۔ اسی طرح مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا'' وارنا مناسکنا'' (سورۃ البقرۃ) تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اوران کو مناسک بتلائے، ان کو حدودحرم کی واقفیت عطا کی۔

ابراہیم علیہ السلام پتھروں کو اکٹھا کرتے اور علامات اور نشانیاں بناتے اور اس پر مٹی ڈالتے، حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کو حدود حرم کی واقفیت عطا فرماتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کے حدود اولا متعین کئے، جب نبی کریم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تمیم بن اسید تو حکم دیا کہ وہ حدود حرم کی تعیین کریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے چار قریش کے بڑی شخصیات (جن میں مخرم بن نوفل، سعید بن یربوع، حویطب بن عبدالعزی، ازہر بن عوف تھے) کو حرم کے نشانات کی تعیین کے لے بھیجا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدود حرم کی تعیین کی۔

حجر اسود اور مقام ابراھیم کی اھمیت :۔

حضرت انس سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الرکن والمقام یاقوتتان من یواقیت الجنۃ'' (الحاکم) رکن (حجر اسود) اور یاقوت یہ دونوں جنت کے یاقوت ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رکن اور مقام یہ دونوں جنت کے یاقوت، اللہ عزوجل نے ان کی روشنی کو مٹادیا ہے، اگر اللہ عزوجل ان کی روشنی کو ختم نہ کرتے تو اس مغرب اور مشرق روشن ہوجاتے (حاکم)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رکن اور مقام ابراہیم یہ جس رات حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا، اسی رات نازل ہوئی، صبح انہوں رکن اور مقام کو دیکھا تو ان کو پہچان لیا اور ان کا بوسہ لے کر انسیت حاصل کیا ''فضمھما الیہ وانس بھا'' ۔عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت فرماتے ہیں، حجر اسود کو حضرت جبرائیل جنت سے لائے ہیں، اس کو اس جگہ پر نصب کیا ہے، جہاں پر آج یہ موجود ہے، جب تک حجر اسود تمہارے بیچ موجود رہے گا تو تم اس سے استفادہ کرنا، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کو اٹھا لیا جائے اور یہ جہاں سے آیا ہے چلا جائے گا۔

ابنیاء اللہ علیھم السلام کا بیت اللہ کا حج:۔

بے شمار ابیاء علیہم السلام نے بیت اللہ کا حج کیا ہے، حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور ان کے بعد کے انبیاء نے بھی بیت اللہ کا حج کیا ہے، بہت ساری پہلی امتوں نے بیت اللہ کی زیارت کی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: جب حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کا حج کیا تو ان کی ملائکہ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے کہا: اے آدم (علیہ السلام) تمہارے حج قبول ہو، ہم نے آپ سے پہلے دو ہزار سال قبل اس بیت اللہ کا حج کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان پیدال چالیس حج کئے ہیں''ان آدم علیہ السلام حج اربعین حجۃ من الھند علی رجلیہ'' مجاہد کہتے ہیں: کیا وہ سوار نہیں ہوتے تھے، کسی چیز پر وہ سواری کرتے (مثیر العزم الساکن)

حضرت عطاء سے مروی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا گیا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے رب مجھے ملائکہ کی آواز سنائی نہیں دیتی، جس طرح میں جنت میں سنا کرتا تھا، ؟ فرمایا: اے آدم تمہارے گناہوں کی وجہ سے، جاو میرا گھر تعمیر کرو، جس طرح فرشتوں کو تم نے عرش کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام مکہ

آئے، بیت اللہ کی تعمیر کی، جہاں آدم علیہ السلام کے دونوں قدم پڑے ہیں، وہ گاؤں، نہریں، اور آبادیاں بن گئی، ان کے پیروں کے فاصلہ کے بیچ جنگل بن گئے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں، جس وقت نبی کریم نے حج فرمایا، تو وادی عسفان تشریف لائے، فرمایا: اس وادی سے نوح، ہود، ابراہیم علیہم السلام نو زائد اونٹیوں پر سفر کیا ہے، ان کی لگام پتوں کی تھی، ان کے کرتے ہیں عباء تھے، ان کی چادریں اون کی تھیں، انہوں نے بیت عتیق کا حج کیا ہے ''یحجو ن بیت العتیق'' (رواہ الواحدی)

مقاتل کہتے ہیں، مسجد حرام میں زمزم، مقام ابراہیم اور حجر اسود کے مابین ستر نبیوں کی قبریں، جن میں ہود، صالح، اسماعیل شامل ہیں، ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہ السلام کی قبر بیت المقدس میں موجود ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام عسفان پر ٹھہرے اور فرمایا: اس گاوں سے ستر نبی گذرے ہیں، ان کے کپڑے عباء اوران کے جوتے چمڑے کے تھے۔اور ایک روایت میں انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مسجد منی میں نماز پڑھی، اس لئے تمہیں اگر مسجد منی میں نماز کا موقع ملے تو نہ چھوڑنا۔

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ستر ہزار لوگو ں کے ساتھ بیت اللہ کا حج کریں گے جس میں اصحاب کہف بھی ہوں جو کہ مر چکے ہیں لیکن انہوں نے حج نہیں کیا ہے۔

حضرت خضر اور الیاس ہر سال موسم حج میں ملتے ہیں، ان میں سے ہر دوسرے کے سر کا حلق کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حج کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا، قتادہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں حضرت انس سے دریافت کیا نبی کریم ﷺ نے کتنے حج کئے ہیں ''کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' فرمایا: ایک حج، چار عمرے کئے ہیں۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سن گیارہ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لوگوں کو حج کرایا، پھر ابو بکر نے رجب سن بارہ ہجری میں عمرہ کیا، پھر لوگوں کو حج کرایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ان سے بیعت خلافت لی گئی تو عبدالرحمٰن بن عوف کو سن چوبیس ہجری میں امیر بنا کر حج پر روانہ کیا، حضرت عثمان نے سن

پچیس ہجری میں لوگوں کو حج کرایا، پھر حضرت عثمان لوگوں کو سن چوتیس ہجری تک حج کراتے رہے، پھر ان کو ان کے گھر میں محصور کر دیا گیا، سن پینتیس میں حضرت عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کرایا) حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی ولایت سے پہلے ان کے حجوں کی تعداد معلوم نہیں، ایام خلافت میں فتنہ کی وجہ سے حج نہ کر سکے، چونکہ ان کی خلافت صرف چار سال نو مہینے رہے، ان کو سن پینتیس کے حج کے خلافت حاصل ہوئی۔

چونکہ حضرت عثمان کا انتقال جمعہ ۱۸ ذی الحجہ کو اسی سال ہوئی تھی، سن ۶۳ میں جنگ جمل ہوئی، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا، پھر سن سینتیس میں واقعہ صفین واقع ہوا، لوگوں کو عبد اللہ بن عباس نے ہی حج کرایا، سن ۸۳ میں لوگوں کو قثم بن عباس نے حج کرایا، پھر سن ۹۳ میں شیبہ بن عفان میں پر اتفاق کیا، انہوں نے لوگوں کو حج کرایا، رمضان سن چالیس میں حضرت علی کرمہ اللہ وجہہ کا انتقال ہوا۔

حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خود لوگوں کو حج کرایا، قضاعی کہتے ہیں، سن چوالیس اور پچاس میں انہوں نے ہی لوگوں کو حج کرایا سن ترسٹھ می عبد اللہ بن زبیر نے لوگوں کو حج کرایا، پھر ان سے بیعت نے کے انہوں نے مسلسل آٹھ حج کرائے۔

حضرت حسن بن علی نے مدینہ سے پیدل پچیس حج کئے، اپنے ساتھ اونٹوں کو ہنکا کر لے جاتے تھے، ابو نعیم حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملاقات کروں اور میں نے اللہ کے گھر کا پیدل حج نہ کیا، انہوں نے مدینہ سے پیادہ پا مکہ تک بیش حج کئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے پانچ حج کئے، تین پیدل، اپنے بعض حجوں میں انہوں نے بیس درہم خرچ کئے۔ حسن دینوری نے سولہ پیدل حج کئے بغیر توشیہ کے ننگے پیر" ماشیا حافیا بغیر زاد" (ذکرہ محبّ الدین الطبری فی القری لقاصدام القری: ۴۷) مغیر بن حکیم نے کچھ کم پچاس دفعہ حج ننگے پیر حالت احرام میں روزہ رکھتے ہوئے حج کیا ہے۔

یہ بیت اللہ کی فضیلت حرمت اور عزت ہے، دیگر بزرگان دین نے تو ۷۰، ۸۰ بھی حج کئے ہیں، اسی قدر عمرے بھی کئے ہیں، وہ اس گھر کی عظمت وحرمت اور اس کے فضائل ومناقب اور اس کے مقامات مقدسہ

انبیاء علیہ السلام کی آمد اور دیگر اولیاء ▪ کی اس بابرکت گھر کے قصد کو جانتے تھے، اللہ عزوجل نے مجھے عمرے کی توفیق دی، مجھے یہ تفصیلات ساری اس شوق میں لکھ رہا ہوں کہ اللہ عزوجل مجھ جیسے ناپاک شخص کو بھی اس بیت اللہ کے بار بار زیارت کرنے والوں میں شمار کرے، جب سے بیت اللہ کا دیدار ہوا، کوئی چیز اچھی نہیں لگتی، دل چاہتا ہے کہ کچھ ایسے ہوجائے قدرت سے کہ بیت اللہ کا جوار نصیب ہو، اگر چہ گندے ہیں، لیکن اللہ کے بندے ہیں، میرا اس گھر کے تمام فضائل ومناقب حج کے اس موسم اور موقع سے تمام فضائل اور مناقب کو وقتا بوقتا لکھنے کا ارادہ ہے کہ بیت اللہ کے حوالہ اس کے صحیح حرمت اور عزت کا مجھے بھی پتہ چلے اور ہمارے دینی بھائی بھی اس سے مستفید ہوں۔

کعبہ شریف کی حرمت :۔

" حرم "' زمین کے اس قطعہ کو کہتے ہیں جو کعبہ اور مکہ کے گرداگرد ہے۔! اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی عظمت کے سبب اس زمین کو بھی معظم ومکرم کیا ہے۔ اس زمین کو حرم اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ زمین کی بزرگی کی وجہ سے اس کی حدود میں ایسی بہت سی چیزیں حرام قرار دی ہیں جو اور جگہ حرام نہیں ہیں۔ مثلاً حدود حرم میں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور جانوروں کو ستانا وغیرہ درست نہیں۔! بعض علماء ▪ کہتے ہیں کہ زمین کا یہ حصہ حرم اس طرح مقرر ہوا کہ جب حضرت آدم زمین پر اتارے گئے تو شیاطین سے ڈرتے تھے کہ مجھے ہلاک نہ کر ڈالیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت ونگہبانی کے لئے فرشتوں کو بھیجا ان فرشتوں نے مکہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا لہٰذا مکہ کے گرداگرد جہاں جہاں فرشتوں نے کھڑے ہوکر حد بندی کی وہ حرم کی حد مقرر ہوئی اور اس طرح کعبہ مکرمہ اور ان فرشتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے درمیان جو زمین آگئی، وہ حرم ہوئی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم نے جب کعبہ بناتے وقت حجر اسود رکھا تو اس کی وجہ سے ہر چہار طرف کی زمین روشن ہوگئی چنانچہ اس کی روشنی اس زمین کے چاروں طرف جہاں جہاں تک پہنچی وہیں حرم کی حد مقرر ہوئی زمین حرم کے حدود یہ ہیں، مدینہ منورہ کی طرف تین میل (مقام تنعیم تک) یمن، طائف، جعرانہ اور جدہ کی طرف سات سات میل

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جدہ کی طرف دس میل اور جعرانہ کی طرف نومیل۔ چاروں طرف جہاں جہاں حرم کی زمین ختم ہوتی ہے۔ وہاں حدود کی علامت کے طور پر برجیاں بنی ہوئی ہیں مگر جدہ اور جعرانہ کی طرف برجیاں نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرض نہیں ہے البتہ جہاد اور عمل میں نیت کا اخلاص ضروری ہے لہٰذا جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے یعنی تمہارا امیر تمہیں جو جہاد کا حکم دے تو جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ ہی کے دن یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر یعنی تمام زمین حرم کو حرام کیا ہے بایں طور کہ تمام لوگوں پر اس مقدس خطہ زمین کی ہتک و بے حرمتی حرام ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے اسی دن سے جب کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا یعنی اس خطہ زمین کی حرمت شروع ہی سے ہے۔

لہٰذا یہ خطہ زمین اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کے سبب قیامت تک کے لئے حرام کیا گیا بلا شبہ اس خطہ زمین میں نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے قتل وقتال حلال کیا گیا تھا اور نہ میرے لئے حلال ہوا ہے علاوہ فتح مکہ کے دن کی ایک ساعت کے پس اس دن کے بعد یہ خطہ زمین اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کے سبب قیامت کے دن پہلا صور پھونکے جانے تک ہر شخص کے لئے حرام کر دیا گیا ہے لہٰذا نہ تو اس زمین کا کوئی خاردار درخت ہی کاٹا جائے اگرچہ وہ ایذاء دے نہ اس کا شکار بھگایا جائے یعنی کوئی شکار کی غرض سے یا محض بھڑکانے ستانے کے لئے یہاں کے کسی جانور کے ساتھ تعرض نہ کرے اور نہ یہاں کا لقطہ اٹھایا جائے ہاں وہ شخص اس کو اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے اور نہ اس کی زمین کی گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مگر اذخر (ایک قسم کی گھاس) تو ایسی چیز ہے جو لوہاروں اور سناروں کے لئے لوہا اور سونا گلانے کے کام آتی ہے اور گھروں کی چھتیں بنانے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اس کو کاٹنے کی اجازت دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ہاں! اذخر کاٹی جا سکتی ہے۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نہ یہاں کا درخت کاٹا جائے اور نہ یہاں کی گری پڑی کوئی چیز اٹھائی جائے البتہ اس کے مالک کو تلاش کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اس وقت ہجرت ہر اس شخص پر فرض تھی جو اس کی استطاعت رکھتا تھا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو اس ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو فرض تھی کیونکہ اس کے بعد مکہ دارالحرب نہیں رہا تھا لہٰذا ارشاد گرامی اب ہجرت نہیں الخ، کا مطلب یہی ہے کہ اگر اب کوئی ہجرت کرے تو اسے وہ درجہ حاصل نہیں ہوگا جو مہاجرین کو حاصل ہو چکا ہے البتہ جہاد اور اعمال میں حسن نیت کا اجر اب بھی باقی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا، اسی طرح وہ ہجرت بھی باقی ہے جو اپنے دین اور اسلام کے احکام و شعائر کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے اور اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

" نہ کوئی خاردار درخت کاٹا جائے" اس سے معلوم ہوا کہ بغیر خاردار درخت کو کاٹنا تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہو گا ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص زمین حرم کی ایسی گھاس یا ایسا درخت کاٹے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور خود رو ہو تو اس پر اس گھاس یا درخت کی قیمت بطور جزاء واجب ہوگی، البتہ خشک گھاس کاٹنے کی صورت میں قیمت واجب نہیں ہوتی لیکن اس کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔!

زمین حرم کی گھاس کو چرانا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرانا بھی، اسی طرح کمائی یعنی کھنبی (ایک قسم کا خود رو ساگ) بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا بھی جائز ہے۔

" لقطہ" اس چیز کو کہتے ہیں جو کہیں گری پڑی پائی جائے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو۔ زمین حرم کے علاوہ عام طور پر لقطہ کا حکم تو یہ ہے کہ اس کو اٹھانے والا عام لوگوں میں یہ اعلان کراتا رہے کہ میں نے کسی کی کوئی چیز پائی ہے جس شخص کی ہو وہ حاصل کر لے۔ اگر اس اعلان کے بعد بھی اس چیز کا مالک نہ ملے تو وہ شخص اگر خود نادار و مستحق ہو تو اسے اپنے استعمال میں لے آئے

اور اگر نادار نہ ہو تو پھر کسی نادار کو بطور صدقہ دے دے پھر اگر بعد میں اس کا مالک مل جائے تو اس کو اس کی قیمت ادا کرے لیکن زمین حرم کے لقطہ میں، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا، یہ بات نہیں ہے بلکہ صرف اعلان ہے جب تک کہ اس کا مالک نہ مل جائے یعنی جب تک اس کے مالک کا پتہ نہ لگے اس وقت تک اس کا اعلان کیا جاتا رہے اور مالک کا انتظار کیا جائے، اس کو آخر تک نہ تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے نہ کسی کو بطور صدقہ دیا جا سکتا ہے اور نہ اپنی ملکیت بنایا جا سکتا ہے، چنانچہ حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

لیکن اکثر علماء کے نزدیک حرم اور غیر حرم کے لقطہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مطلق طور پر لقطہ کا حکم بیان کیا گیا ہے جو انشاء اللہ لقطہ کے باب میں آئیں گی۔ حدیث کے الفاظ الا من عرفہا کا مطلب ان علماء کے نزدیک یہ ہے کہ زمین حرم کے لقطہ کو اٹھانے والا پورے ایک برس تک مکہ میں اس کا اعلان کرتا کراتا رہے جیسا کہ اور جگہ کرتے ہیں۔ اعلان کو صرف ایام حج کے ساتھ مخصوص نہ کرے، گویا حدیث کے اس جملہ کا حاصل یہ ہوا کہ زمین حرم کے لقطہ کے بارے میں کسی کو یہ غلط فہمی و گمان نہ ہونا چاہئے کہ وہاں اس کا اعلان صرف ایام حج ہی کے دوران کرنا کرانا کافی ہے۔

زمین حرم کی گھاس کو چرانا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرانا بھی، اسی طرح کمائی یعنی کھنبی (ایک قسم کا خودروساگ) بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا بھی جائز ہے۔

حج اجتماعیت اور یکجہتی کا مظہر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب

حج اسلام کا بنیادی ستون ہے جو مسلمانوں پر بروبہ صحت ومال اور بلوغت کی صورت میں فرض ہے،اسلام کے احکام و پیام میں امت کے لیے گوناگوں خصوصیات پنہاں ہیں، حج اسلامی اتحاد و اتفاق ،یکجہتی کو برقرار رکھنے اورقدم سے قدم ملا کر چلنے کا بہترین عملی نمونہ ہے اللہ رب العالمین نے ارشادفرمایا''ثم افیضوا من حیث افاض الناس''(سورۃ البقرہ)'پھرتم اس جگہ سے لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں'۔حج ہر سال مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے جغرافیائی، لسانی ،نسلی اور سیاسی اختلافات کومٹا کر انہیں ایک عالم گیری وحدت کی تشکیل اور اتحاد امت کی تجدید کا موقعہ عطا کرتا ہے۔۔مختلف رنگ و نسل، زبان اور علاقے کے لوگ ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جمع ہو کر ایک جیسا لباس پہن کر یکساں اعمال و افعال انجام دیتے ہیں جس سے اسلامی اتحاد و اتفاق کوتقویت حاصل ہوتی ہے۔

حج امیرغریب ،شاہ وگداکے امتیازکوختم کرکے روحانی اخوت و بھائی چارگی کا درس دیتاہے۔حج اسلامی معاشرہ کی تشکیل،عرب وعجم کے اختلافات کومٹانے اورانہیں کھوئی ہوئی عزت وسربلندی عطا کرنے کے لئے حیرت انگیز انقلاب پیدا کرسکتا ہے۔اسلامی معاشرے کی تشکیل سے ہی مسلمان سیاسی،فنی، عملی،تہذیبی اورسماجی میدان میں ترقی کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ حج میں بہت سے انفرادی مادی، روحانی، اجتماعی فوائد پوشیدہ ہیں اسی لیےاللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا''لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُم'' تا کہ دیکھیں کہ اس حج میں ان کیلئے کیسے کیسے فائدے ہیں۔مختصر یہ کہ حج حقیقی معنوں میں تمام ظاہری امتیازات و اختلافات کا قلع قمع کر کے مسلمان کے اندر عاجزی، جانثاری ،تقوی شعاری

،خشیت الٰہی سادگی، انسان دوستی، اخوت، مساوات اورملی وحدت کا زبردست جذبہ پیدا کرتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اوراس بات کی گواہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اورنماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے مہینے کےروزے رکھنااور بیت اللہ کا حج کرنا(متفق علیہ)۔‘ بین الاقوامی مسلم اتحاد کے لیے اسلام کے یہ پانچ نکات کافی ہیں، بلاتفریق مسلک تمام مسلمانوں کاان پانچوں چیزوں پر ایمان ہے جس کی ادائیگی تمام کے یہاں فرائض میں شامل ہے۔اگرہم غورکریں توپائیں گے کہ اتحادبین المسالک کی کتنی بین دلیل اس حدیث میں موجود ہے۔اسلام نے عبادات ومعاملات اورزندگی کے تمام گوشوں میں کہیں نہ کہیں بین السطور یکجہتی واتحاد پرزوردیا گیا ہے جس پرہمیں بنظرغائرتدبرکرنے کی ضرورت ہے۔حج کےمنجملہ تمام مشاعر میں ایک مومن کوحتی المقدورتکمیل ایک ساتھ کرنی ہوتی ہے۔

آٹھویں ذی الحجہ سے لے کر دسویں ذی الحجہ کو وہ روح پرورمناظرہوتے ہیں کہ دنیارشک کرتی ہے۔اسی لیےاللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارقریش اوراہل مکہ کودکھلانے کے لیےطواف کے دوران رمل (دلکی چال چلنا) کاحکم دیا ہے تاکہ دنیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کراتحادالمسلمین کا یہ روح پرورنظارہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھیں :حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:’’امرھم النبی ان یرملواثلاثا اشواط ویمشوااربعا،مابین الرکنین‘‘ (متفق علیہ) ’اللہ کے رسولﷺ نے انہیں حکم دیا کہ(طواف کے ابتدائی) تین چکروں میں دورکنوں(رکن یمانی اورحجراسود) کے درمیان ہلکی ہلکی دوڑلگانے اورباقی چارچکروں میں معمول کے مطابق چلنے کاحکم دیا تھا‘۔

دین کے دشمنوں کے سامنےقوت کااظہارمستحب ہے اسی وجہ سے طواف اورسعی میں رمل کا حکم دیا گیا ہے۔اصحاب رسول کو مدینے کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اوربخارکی وجہ سے

یہ کچھ لاغر ہو گئے تھے، جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آرہے ہیں انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور سست کر دیا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک طواف کے تین پہلے پھیروں میں دلکی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں ہلکی چال چلیں پورے ساتوں پھیروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا، مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب کود کود کر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں چی می گوئیاں کرنے لگے کہ انہی کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں سست و لاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہیں۔

حج ثواب کے اعتبار سے نہایت عظیم عبادت ہے، کیونکہ مؤمن بندہ حج میں مالی و بدنی تمام قوت صرف کرتا ہے اور فج عمیق سے نکل کر بیت اللہ کے سفر پر جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل افضل؟ قال ایمان باللہ ورسولہ۔ قیل: ثم ماذا؟ قال الجھاد فی سبیل اللہ۔ قیل: ثم ماذا؟ قال: حج مبرور۔“ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔ پوچھا گیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد۔ پوچھا گیا: اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور یعنی وہ حج جسے ادا کرتے ہوئے، اس کے سارے تقاضے پورے کیے گئے ہیں۔“

آپ ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا: ”ایھا الناس، قد فرض اللہ علیکم الحج، فحجوا۔ من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق، خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔ والعمرۃ الی العمرہ کفارۃ لما بینھما۔ والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ۔“ (متفق علیہ) ترجمہ ”اے لوگو، اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ لہٰذا، حج کرو۔ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، پھر نہ کوئی فحش بات کرے اور نہ کوئی گناہ کرے، تو وہ اپنے

گناہوں سے اس طرح نکل آئے گا، جیسے وہ اس روز (گناہوں سے پاک تھا) جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔اور ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ، درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور وہ حج جسے ادا کرنے میں سارے تقاضے پورے کیے گئے ہوں، اس کا بدلہ، لازماً جنت ہے۔''

قرآن مجید نے ملت ابراہیمی کی اس عبادت کو اس کے صحیح طریقے پر پھر سے استوار کیا ہے۔ یہودیوں نے ملت ابراہیمی کے مرکز، خانہ کعبہ، حج اور بنی اسماعیل کی تاریخ مسخ کردیے، اپنی کتاب میں اس کے تمام شواہد بگاڑ دیے یا ان میں تحریف کر دی تھی۔قرآن مجید نے ان کی اس حرکت پر انھیں تنبیہ کی اور اس کے بعد فرمایا:'' ''وہاں واضح نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔اور اللہ رب العالمین کی رضا کے خاطر صاحب استطاعت پر جو سفر کے قابل ہو حج فرض ہے اور جس نے انکار کیا اللہ ان تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔''

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا'' ترجمہ: حج کے مہینے مقرر ہیں اس لیے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے، تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر کا خرچ لے لیا کرو سب سے بہتر توشہ اللہ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ایک حاجی کا حج سے اصل مقصود اپنے خدا کی رضا اور خوشنودی ہونا چاہیے۔ ریاونمود، عزوجاہ اور عوام میں نام نہاد حاجی بننے کی خواہش نہ ہو بلکہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق:'' ترجمہ:'' اور حج اور عمرہ صرف اللہ کے لیے کرو۔'' اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:''یعنی جو شخص حج کرنے کا نیک ارادہ رکھتا ہو تو اسے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ اس کو بیماری لاحق ہوسکتی ہے، یا راہ بھٹک سکتا ہے یا کوئی عارضہ پیش آ سکتا ہے۔

حج جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کے آگے جھکی انسانیت کے اقرار و اظہار کا سب سے بڑا مظہر ہے وہاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی عظمت وشوکت کا بھی دلربا منظر ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حج کے جو طریقے بتلائے اور خود اس پر عمل کیا

اس حجاج کرام بعینہ حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔فرمان ہے ''ثم افیضوا من حیث افاض الناس'' پھر تم اس جگہ سے لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں'۔اس کے حکم کے چلتے پورا مجمع ایک شخص بن جاتا ہے، جسے معلوم ہوتا ہے کہ کس وقت کیا کام انجام دینا ہے۔ جہاں ٹھہرنے کا حکم دیا گیا وہاں ٹھہرا جاتا ہے۔

حاجی تمام ارکان بحسن وخوبی ادا کرتا ہے پھر وقوف ،طواف،احرام،منٰی میں قیام ،سعی بین الصفا والمروہ،شیطان کو کنکری مارنے کا عمل ،توبہ واستغفار،زیادہ سے زیادہ اذکار الٰہیہ میں منہمک رہنے کا یہ عمل دنیا کے سامنے ایک نادر مثال پیش کرتا ہے کہ کس طرح قرآن وسنت اور اسلام کے ماننے والے ایک اشارے پر سر تسلیم خم کیے ہوئے۔حج سے بڑا کوئی موقع ہو ہی نہیں سکتا جس میں تمام عبادتیں جمع ہو جائیں،حج میں جسمانی و مالیاتی تمام قوتوں کو سونار کی بھٹی میں جلایا جاتا ہے کہ اس کا صلہ گناہوں سے کفارہ اور نومولود کے کورے نامہ اعمال کی صورت میں بندے کو اللہ رب العالمین عطا کرتا ہے۔'' ثُمَّ لیَقضُوا تَفَثَهُم ''(الحج:۲۹) پھر حاجیوں کو چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں۔ حجاج اپنی خودکی ظاہری اور باطنی برائیوں کا خاتمہ کریں اور مستقبل میں امت مسلمہ کی بیداری کا سامان کریں۔جب حاجی اپنے سرزدشدہ گناہوں کو بیان کرکے یا اجمالی طور پر استغفار طلب کرتا ہے تو مجیب الدعوات اپنے فرشتوں میں فرخ کرتا ہے اور پھر انہیں گواہ بناتے ہوئے عام معافی کا اعلان کر دیتا ہے۔

اجتماعیت واتحاد کے ساتھ حج کا سب سے اہم پیغام ''وَمَن دَخَلَہ کَانَ اٰمِناً'' نے دیا ہے جس امن وسکون کی متلاشی آج پوری دنیا اور خودساختہ امن پسند لوگ ہیں۔درحقیقت عالمی امن وسکون کا یہ مظاہرہ پروپگنڈہ کے سوا کچھ نہیں۔اسلام جس سپریم نظام کی وکالت کرتا ہے وہ رہتی دنیا تک عملی نمونہ کے طور پر موجود ہے۔

نام نہاد امن کا ڈھنڈھورا پیٹنے والے ممالک کو اسلام کے حج جیسے امن وسکون سے پُر نمونہ کو دیکھنا چاہیے اور پھر اپنی بساط اسی کے مطابق وسیع کرنی چاہیے۔ قانون سے سرموانحراف کی صورت میں دہشت گردی عام ہو رہی اور امن وسکون تہس نہس

ہورہے۔اللہ ہمیں شرعی قوانین کا پاسدار بنائے ،(آمین)

حج عشق وبندگی کی پر نور تعمیر:۔

حج، دین اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن اور بنیادی ستون ہے۔ مالی و بدنی عبادت کا جامع ہے۔ نماز اور روزہ جسمانی عبادتیں ہیں اور زکوۃ محض مالی عبادت ہے، جب کہ حج وہ جامع عبادت ہے، جس میں کثیر مال بھی صرف ہوتا ہے اور جسمانی طور پر بھی مخصوص و متعین ارکان ومناسک ادا کئے جاتے ہیں۔ حج بندگی کا عمدہ نمونہ ہے، خدا کی کبریائی، بندے کی عاجزی، فقر، مسکنت، تذلل،فروتنی،تواضع اور نیازمندی کا مظہر ہے۔

عشق ومحبت کی بہترین مثال ہے۔ بندے کی خدا سے محبت،تڑپ، بےچینی، بےقراری،اضطراب، جنون، دیوانگی، فدائیت، بیگانگی، کنارہ کشی، وارفتگی اور سوز دروں کی کامل علامت ہے۔ بندہ مؤمن اپنے محبوب حقیقی کے حکم کی تعمیل اور محبوب حقیقی کی تلاش ولقاء کی تڑپ میں اپنے بیوی بچوں، ماں باپ،عزیزواقارب اوردوست احباب کوخیر باد کہہ دیتا ہے۔ کاروبار، تجارت، ملازمت اور اسباب معیشت کوترک کر دیتا ہے۔اپنے شہراوروطن کو چھوڑ دیتا ہے۔توشہ اور زاد راہ لے کر اپنے محبوب کی تڑپ میں دیوانہ وار نکل پڑتا ہے۔

دیوانوں کی طرح اپنے محبوب کے وصال کے لئے صحراؤں اور چٹیل میدانوں (منٰی، مزدلفہ اور عرفات) کی خاک چھانتا ہے۔ ظاہری آرائش سے غافل، دو چادروں میں ملبوس، زیب و زینت سے دور، پراگندہ بال، پریشان حال اپنے محبوب کی یاد وفراق میں ایک ایک قدم بڑھائے جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کی چار دیواری کے اطراف منڈلاتا ہے،گھومتا ہے۔

اس کے پردوں سے لپٹ کر،اس کی دیواروں سے چمٹ کر، اللہ تعالی سے مغفرت کی بھیک مانگتا ہے اورخوشنودی ورضا کی التجا کرتا ہے،اس کے تقرب کی فریاد کرتا ہے۔ ہر طرف، ہر سو محبت اور فریفتگی کے مناظر ہوتے ہیں۔ رنگ ونسل کا امتیاز نہیں، کالے گورے میں تفریق نہیں، حاکم ومحکوم کی تمیز نہیں،فقیروتونگر میں فرق نہیں۔

دنیا کے کونے کونے سے طول وعرض، مشرق و

مغرب، دور دراز مقامات سے آنے والے بندگان خدا، شیفتگان جمال الٰہی ایک ہی میدان میں آسمان تلے دنیا کی مختلف بولیوں اور زبانوں میں اپنے اپنے انداز میں اپنے رب کے دربار عالی میں آہ و زاری، تضرع و ابتہلال اور فریاد و التجا کرتے ہیں۔ یہی وہ منظر و کیفیت ہے کہ خدائے ذوالجلال اپنے نورانی و اطاعت گزار فرشتوں پر فخر و مباہات فرماتا ہے اور بخشش و مغفرت اور رضا و خوشنودی کا اعلان عام فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے اس گھر کا حج کیا، پس نہ وہ عورت کے قریب گیا اور نہ گناہ کیا تو وہ اس طرح واپس لوٹا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو''۔ (بخاری و مسلم) ان ہی سے روایت ہے کہ ''حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے وفد ہیں۔ اگر وہ دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے گا اور اگر وہ مغفرت طلب کریں تو انھیں بخش دے گا''۔ (ابن ماجہ)

شیطان عرفہ کے دن سے بڑھ کر کسی دن بھی زیادہ حقیر و ذلیل اور غضبناک نہیں دیکھا گیا۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کیلئے نکلے اور انتقال کر جائے تو اس کو تا قیامت حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب دیا جاتا رہے گا اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک حرم میں انتقال کر جائے اس سے حساب و کتاب نہیں لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ (بلاحساب و کتاب) جنت میں داخل ہو جا''۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''حج مبرور (مقبول حج) دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور حج مبرور کا کوئی بدلہ نہیں ہے سوائے جنت کے''۔ (ابن عدی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''عظیم ترین گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص میدان عرفات میں وقوف کرے اور اس کو یہ خیال ہو کہ اللہ تعالی نے اس کی مغفرت نہیں فرمائی''۔ (مسند فردوس بحوالہ احیاء العلوم)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس گھر (خانہ کعبہ) پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، ساٹھ نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس کعبہ کا دیدار کرنے والوں کے لئے''۔ (ابن حبان، شعب الایمان) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو گیا، وہ نیکی میں داخل ہو گیا اور برائی سے خارج ہو گیا اور اس کو بخش دیا گیا''۔ (ابن خزیمہ، طبرانی) جہاں حجاج و معتمرین کیلئے فضائل و بشارات وارد ہوئی ہیں، وہیں فریضہ حج کی ادائیگی سے کوتاہی و غفلت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعیدیں سنائی ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص کو فریضہ حج کی ادائیگی میں کوئی ظاہری ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا روکنے والی بیماری (یعنی سخت مرض) نہ روکے اور وہ پھر (بھی) حج نہ کرے اور مر جائے تو وہ یہود ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بروایت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ) انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ''میں جنات اور انسان کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری ہی عبادت کریں''۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کی آزمائش و امتحان بھی مقصود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے ''وہی ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا، تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے بہتر کون ہے'' (سورۃ الملک) اس آزمائش کی خاطر انسان کی نگاہ میں مال و دولت، عورتوں اور بچوں کی محبت کو مزین کر دیا گیا۔

ارشاد ہے ''لوگوں کے لئے ان خواہشات کی محبت آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں) یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانہ ہے''۔ (سورہ آل عمران)

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر عبادت الٰہی سے غافل کرنے والی چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے ''جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے اور ظاہری آرائش ہے

اور آپس میں فخر اور خود ستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال واولاد میں زیادتی کی طلب ہے۔

نماز، روزہ، زکوۃ اور حج جہاں یہ خالص اللہ تعالی کی عبادتیں ہیں، ساتھ میں یہ اہل اسلام کی تربیت کے ذرائع بھی ہیں۔ اخلاقی اور روحانی اعتبار سے ان کی ترقی کے ضامن ہیں۔ نماز، فخر وغرور اور تفاخر و برائی کے جذبہ کو ختم کردیتی ہے، یکسانیت اور مساوات کا درس دیتی ہے۔ روزہ خواہش نفسانی کو کچل دیتا ہے۔ خواہشات نفسانی کو کنٹرول کرنے اور قابو میں رکھنے اور اللہ تعالی کے حکم کے تابع بنانے کا خوگر بناتا ہے۔ زکوۃ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے میں مؤثر رول ادا کرتی ہے۔ غربا ومساکین کے ساتھ ہمدردی و غم خواری کا درس دیتی ہے۔ اسی طرح حج تمام علائق و تعلقات سے ماوراء ۔ ہوکر کامل یکسوئی اور ہمہ تن اللہ کی طرف مرکوز ہو جانے کا پیغام دیتا ہے۔ محض ایک فریضہ نہیں، بلکہ روحانی ارتقاء اور مقصود کی طرف لے جانے والا اہم ذریعہ و وسیلہ ہے۔ گویا عازم حج اپنی زندگی میں انقلاب لانے کے لئے پرعزم ہوتا ہے۔ کامل یکسوئی اور مکمل حضوری و آگاہی سے زندگی گزارنے کے لئے پرجوش ہوتا ہے۔

(1) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن قرآنِ مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، ان کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران ہوں گی۔ حضرت نواس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ان سورتوں کے لئے تین مثالیں بیان فرمائیں جنھیں میں آج تک نہیں بھولا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دونوں سورتیں ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو ایسے سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں، یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ (مسلم شریف، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ)

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری کے آداب

از: مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمجید نظامی صاحب

مدینہ منورہ کائنات ارض وسماوات کا وہ نگینہ ہے، جہاں ہر لمحہ آسمان سے رحمت کی رم جھم برستی رہتی ہے، ساکنانِ مدینہ سائبان کرم میں رہتے ہیں اہل مدینہ کو مدینہ کا شہری ہونے کے باعث بے پناہ فضیلت حاصل ہے۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے شب و روز کا ہر لمحہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادرِ رحمت کے سائے میں گزرتا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا حصار انہیں اپنے دامنِ عطاء وبخشش میں چھپا لیتا ہے۔ اہل مدینہ کو بتقاضائے بشریت اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حرف شکوہ زبان پر نہیں آنے دیتے تو ایسے اہل مدینہ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مدینہ منورہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا قیامت کے روز میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔'' (مسلم شریف)

اہل مدینہ سے برائی کرنا تو درکنار برائی کا ارادہ کرنے والے کو بھی جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس شہر والوں (یعنی اہل مدینہ) کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ میں) اس طرح پگھلائے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔'' (مسلم شریف) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر دلنواز مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا ادب واحترام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت وتعلق کی وجہ سے لازم ہے جو ایسا نہیں کرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان سمٹ کر مدینہ طیبہ میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے۔(ابن ماجۃ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ایسا کرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اللہ کے سامنے اس کی شہادت دوں گا۔(ابن ماجہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمانے کے بعد سب سے پہلا کام جو فرمایا وہ اس مقدس مسجد نبوی کی تعمیر ہے۔زمین کا یہ قطعہ جہاں اب یہ مسجد موجود ہے دو یتیم بچوں حضرت سہل اور حضرت سہیلؓ کی ملکیت تھا۔یہ دونوں بچے سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔

اس جگہ کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں سے فرمایا یہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے ہمیں فروخت کردو۔بچوں نے بصد ادب و نیاز عرض کی: آقا یہ اراضی ہماری طرف سے بطور نذرانہ قبول فرمائیے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو بلا معاوضہ قبول نہ فرمایا۔بالآخر قیمت ادا کر کے یہ زمین خرید لی گئی جس کے لئے دس ہزار دینار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کیے۔

ربیع الاول یکم ہجری بمطابق اکتوبر 622ء مسجد نبوی کا سنگ بنیاد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے رکھا۔مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی تو اس تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کام کیا خود انٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے اور اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ بھی فرماتے: اے اللہ! آخرت کا بدلہ ہی بہتر ہے تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔ یہ مسجد انتہائی سادگی سے تعمیر کی گئی۔تعمیر میں کچی اینٹیں، کھجور کی شاخیں اور تنے استعمال کیے گئے۔ جب کبھی بارش ہوتی تو چھت ٹپکنے لگتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسی گیلی زمین پر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو جاتے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال تک اس مسجد میں نمازیں ادا فرمائیں۔یہ

مسجد اسلام کا مرکز قرار پائی۔

مسجد نبوی کی فضیلت :

متعدد احادیث مبارکہ میں مسجد نبوی کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔‘‘ (بخاری شریف) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز پڑھی اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔‘‘ (بخاری شریف) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’بیشک میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد۔‘‘ (بخاری شریف) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کرامؑ کی مساجد کی خاتم ہے۔‘‘ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے مسجد نبوی میں چالیس نمازیں متواتر ادا کیں اس کے لئے جہنم، عذاب اور نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔‘‘ (مسند امام احمدؒ)

مسجد نبوی کی تعمیر مختلف ادوار میں:

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح خیبر سن 7 ہجری کے بعد مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر فرمائی اور اسے مزید کشادہ کیا۔اس کے بعد مسجد نبوی کی توسیع کی تواریخ درج ذیل ہیں : حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے عہد میں، 17 ہجری۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے عہد میں، 29۔30 ہجری۔ ولید بن عبد الملک کے عہد میں، 88۔91 ہجری۔ مہدی العباسی کے عہد میں، 161۔165 ہجری۔ سلطان اشرف قائتبائی کے عہد میں، 888 ہجری۔ سلطان عبد المجید عثمانی کے عہد میں، 1265۔1277 ہجری۔

الملک سعود کے عہد میں، 1372 ہجری۔اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ توسیع خادم

الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز کے عہد (1405۔1412ھ) میں مکمل ہوئی۔

مسجد کا موجودہ توسیع شدہ رقبہ 98ہزار500مربع میٹر ہے۔

اس کے علاوہ چھت پر بھی نماز پڑھنے کے لئے 67 ہزار مربع میٹر کی جگہ موجود ہے۔ اس وقت مسجد نبوی میں عام دنوں میں 6لاکھ 50 ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں البتہ حج کے زمانے میں اور رمضان المبارک کے دنوں میں یہ تعداد 10لاکھ تک بھی ہو سکتی ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور دروازوں کے نام:

جنوبی سمت چھوڑ کر مسجد نبوی کے تین اطراف میں پر شکوہ، دیدہ زیب دروازے موجود ہیں۔ چند تاریخی دروازے جن سے متعارف ہونا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔مشرقی جانب باب جبریل ، باب النساء اور باب البقیع ، باب جنازہ، مغربی جانب باب السلام، باب ابوبکر، باب الرحمۃ اور باب سعود، شمالی جانب باب عثمان ، باب مجیدی اور باب عمر رضی اللہ عنہ۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے کی دعا :

مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت درود شریف کا ورد جاری رکھیں اور یہ دعا پڑھیں :ترجمہ ''اے اللہ! ہمارے آقا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر درود بھیج اور برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اے اللہ! آج کے دن مجھے اپنی طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ قریب بنالے اور زیادہ نواز ان میں سے جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور اپنی مرادیں مانگیں۔''

بارگاہِ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی فضیلت

:

بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کے مقدس فریضہ کی بجا آوری کے بعد عشاق اپنے اگلے سفر یعنی

مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں، اور اس دربار کی حاضری کے لئے مچلتے جذبات، دھڑکتے دلوں اور برستی آنکھوں کے ساتھ کشاں کشاں اپنے آقا و مولا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بصد ادب و احترام حاضر ہوتے ہیں۔ یہی عشاق کے دلوں کا حج ہوتا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو۔

بارگاہِ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی فضیلت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں درج ذیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہو کر میری زیارت کا شرف حاصل کیا میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، اور کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔‘‘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔‘‘

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کے آداب

:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کے آداب یہ ہیں: جب شہرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخلہ کا وقت آئے تو زائر مدینہ غسل اور وضو کرے، اچھی سے اچھی پوشاک

پہنے،نوافل ادا کرے،توبہ کی تجدید کرے اور پیدل چلتا ہوا اندر داخل ہو کر تصویر عجز بن جائے کہ وہ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اپنے شہرہ آفاق 'القصیدۃ النونیۃ' میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بیان کیے ہیں، وہ کہتے ہیں: ☆ جب ہم مسجد نبوی میں حاضر ہوں تو سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کریں۔☆ پھر باطناً وظاہراً انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ حضوری کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر قبر انور کے پاس کھڑے ہوں۔☆ یہ احساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں سماعت بھی فرماتے ہیں اور کلام بھی فرماتے ہیں، پس وہاں کھڑے ہونے والوں کا سر ادباً وتعظیماً جھکا رہے۔

☆ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں کھڑے ہوں کہ رعبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہوں اور آنکھیں بارگاہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گریہ مسلسل کا نذرانہ پیش کرتی رہیں اور وہ طویل زمانوں کی مسافت طے کر کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کھو جائیں۔

☆ پھر مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وقار وادب کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کرتے ہوئے آئے جیسا کہ صاحبانِ ایمان و صاحبان علم کا شیوہ ہے۔☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کے قریب آواز بھی بلند نہ کرے، خبردار! اور نہ ہی سجدہ ریز ہو۔

☆ یہی زیارت افضل اعمال میں سے ہے اور روزِ حشر اسے میزانِ حسنات میں رکھا جائے گا۔ اس کے بعد زائر یہ دعا کرے: ''اے اللہ ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے احکام کی تعمیل میں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، جو تیری بارگاہ میں ہمارے گناہوں کی شفاعت کریں گے، اے اللہ ہم پر رحم و کرم فرما اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی برکت سے ہمیں خوش بخت بنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہمیں نصیب فرما۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم آپ کی

بارگاہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'روف و رحیم' بنایا ہے۔ پس وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنا گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی مانگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اس کی شفاعت فرمائیے۔'' اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے، اپنے ماں باپ، شیخ، اساتذہ، اولاد، اعزا و اقرباء، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لئے شفاعت مانگیں، اور بار بار عرض کریں: پھر اگر کسی نے بارگاہ رسالت مآب میں سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو تو شرعاً اس کی طرف سے سلام پہنچانا لازم ہے اور یوں عرض کرے: السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن فلاں بن/ بنت فلاں (نام و ولدیت) اس کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکہ کی پونجی کے سواء کچھ نہیں ہے''۔ (سورۃ الحدید۔)

سورہ اٰلِ عمران میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت، ان کی پرورش، جس جگہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا وہاں کھڑے ہو کر حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اولاد کے لئے دعا کرنا، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی بشارت ملنا، اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و واقعات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

حضرت ابراھیم علیہ السلام صبر واستقامت کے پیکر

مولانا مفتی محمد انوار احمد قادری صاحب

اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، ماہ ذی الحجہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد لازمی طور پر آتی ہے، مناسک حج ہوں یا قربانی کا موقع، مکہ مکرمہ کی وادی ہو یا منیٰ وعرفات کی گھاٹیاں، صفاومروہ کی چٹانیں ہوں یا چاہ زمزم کا آب شیریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد اہل اسلام کو ایک نئے جوش وخروش سے ہمکنار کرتی ہے، آپ کے تذکرہ سے پژمردہ دلوں کو نئی زندگی ملتی ہے، مایوس دل کو حوصلہ ملتا ہے، آپ کے واقعات سننے سنانے سے عقیدہ میں پختگی اور عمل میں چستی پیدا ہو جاتی ہے۔

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

اللہ تعالی نے انبیاء کرام کو معجزے عطا فرمائے، کوئی نبی بغیر معجزہ کے تشریف نہیں لائے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالی نے عظیم معجزات عطا فرمائے اور آپ کی مبارک زندگی کو انسانیت کے لئے نمونہ عمل بنایا۔ آپ نے زندگی کے ہر مرحلہ میں دین اسلام کی حیات وبقا کے لئے اپنا ہر لمحہ، ہر سانس قربان کردیا؛ یہاں تک کہ اپنا مال، اپنی اولاد اور اپنی جان بھی حق تعالی کے لئے قربان کیا۔ اللہ تعالی جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے تو اس کو کڑی آزمائش اور سخت امتحان کے مرحلہ سے گزارتا ہے، جب بندہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے، مگر انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالی پہلے اپنا بناتا ہے، پھر انہیں منزل امتحان سے گزارتا ہے، انبیاء کرام کی آزمائش صرف اس لئے ہوتی ہے کہ کائنات کو ان حضرات کا عزم واستقلال اور ثابت قدمی بتائی جائے؛ تاکہ امت، امتحان وآزمائش کے وقت ان کی ثابت قدمی کو پیش نظر رکھے اور اُسے منزل فلاح سے ہمکنار ہونے میں آسانی

ہو۔اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کواُن کے رب نے چند باتوں سے آزمایا تو اُنہوں نے اُسے پورا کیا۔ (سورۃ البقرۃ) آیت کریمہ میں مذکور ''کلمات'' سے کیا مراد ہے، اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں، چوتھی صدی ہجری کے محدث ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کلمات'' کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے۔

اُنہوں نے فرمایا: وہ کلمات جن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزمایا گیا اور اُنہوں نے اُسے پورا کیا،اُس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے قوم سے علٰحدگی اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے لئے اپنی قوم سے علٰحدہ ہوگئے ،آپ نے اللہ تعالی کے بارے میں نمرود سے مناظرہ کیا یہاں تک کہ اُسے ایسے معاملہ میں لاجواب کردیا جس میں اُن لوگوں کو اختلاف تھا۔

جب لوگوں نے آپ کو آگ میں جلانا چاہا تو آپ نے آگ میں ڈالے جانے پر صبر کیا۔ جب اللہ تعالی نے قوم کو خیر باد کہنے کا حکم فرمایا تو آپ نے اپنے وطن اور ملک سے اللہ کے لئے ہجرت فرمائی۔ آپ نے ضیافت و مہمانی کا معمول قائم رکھا اور صبر کیا' جس کا اللہ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالی نے قربانی کا امر فرمایا تو آپ نے اپنے مال کو قربان کیا، اپنے فرزندِ دلبند کی قربانی کے ذریعہ آپ کا امتحان لیا گیا، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان وآزمائش کی ان تمام دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرلیا اور آزمائش کی کسوٹی پر مکمل اُترے تو اللہ تعالی نے آپ سے فرمایا: فرمانبرداری کیجئے! آپ نے عرض کیا: میں نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ آپ کا یہ طریقہ کار، ایسے وقت رہا جبکہ لوگ آپ کی مخالفت کرتے تھے اور آپ لوگوں سے علٰحدگی اختیار کرچکے تھے۔

بندہ دنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ رب کی معرفت حاصل کرے اور صبح وشام اس کی عبادت میں مصروف رہے، بندہ کو تین امور کی وجہ سے معرفت الٰہی میں درجہ کمال حاصل ہوتا ہے: (1) ذات کی معرفت، جو خودی کی قربانی سے حاصل ہوتی ہے (2) صفات کی معرفت، جو اولاد کی قربانی سے ملتی

ہے (3) افعال کی معرفت، جو مال کی قربانی سے نصیب ہوتی ہے۔ جب تک یہ تین قربانیاں نہ دی جائیں محبتِ خدا کما حقہ نہیں ملتی اور نہ ہی بندہ ان قربانیوں کے بغیر کمال پاسکتا ہے۔(روح البیان)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبت خداوندی میں ان تینوں امور کو سرانجام دیا آپ نے جان کی قربانی کی، مال بھی خرچ کیا اور اولاد کو بھی قربان کیا۔

راہِ خدا میں مال کی قربانی:۔

محبت کی علامت ونشانی یہ بتائی گئی کہ چاہنے والا جو عمل کرے اپنے محبوب کے لئے ہی کرے، سننا چاہے تو صرف محبوب کی بات سنے اور گفتگو کرے تو اسی کا ذکر کرے، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام محبت الٰہی میں اتنا سرشار رہے کہ بذاتِ خود ذکر خدا میں مستغرق رہتے، کسی اور سے اللہ تعالی کا ذکر سنتے تو ذکر الٰہی سے لطف اندوز ہوتے، ذکر کی حلاوت وشیرینی کے اثر سے اس قدر متاثر ہوتے کہ ذکر کرنے والے شخص سے بار بار ذکر کرنے کی خواہش فرماتے اور ذکر الٰہی کی نسبت سے کوئی قربانی دینے کی نوبت آجاتی تو گریز نہ کرتے۔ حق تعالی نے اپنے خلیل کو مال ودولت کی کثرت عطا فرمائی، جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے: آپ کے پاس بکریوں کے پانچ ہزار ریوڑ اور پانچ ہزار غلام تھے، بکریوں کی نگہداشت وحفاظت کے لئے جو کُتّے تھے ان کے گلوں میں سونے کے پٹے رہتے تھے، فرشتوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ آپ کے پاس کثرت سے مال موجود ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ کے خلیل ہیں، مقام خلت پر فائز ہیں، مال ودولت کی یہ فراوانی اور مقامِ خلت کا ایک ذات میں جمع ہونے سے فرشتے متعجب ہوئے۔(روح البیان)

تسبیح سننے کے عوض تمام مال قربان کردیا:

چنانچہ آپ کے مرتبہ کے اظہار کی خاطر اللہ تعالی نے آزمائش کے لئے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں زمین پر بھیجا، جس راہ سے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بکریاں لیکر جاتے تھے، اسی راہ میں وہ فرشتہ انسان کی شکل میں اونچے ٹیلے پر بیٹھ گیا اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوکر باآواز بلند کہنے لگا

: میرا رب پاک اور عظمت والا ہے، فرشتوں اور حضرت جبریل کا پروردگار ہے۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے محبوب کی تسبیح سنی تو اس کی لقاء کا اشتیاق موجزن ہوا، آپ نے ان سے فرمایا: اے انسان! میرے رب کا ذکر دوبارہ سناؤ، میں تمہیں اپنا آدھا مال عطا کردونگا، اس نے دوبارہ تسبیح وتقدیس کے گن گائے۔

آپ نے فرمایا: میرے خالق کا ذکر دوبارہ کرو؛ میرا ہر قسم کا مال ومنال جو بکریاں‘ غلام اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سارے کا سارا تمہارے لئے ہی ہے۔ (روح البیان) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مال ذکر الٰہی کے لئے خرچ کرکے بتادیا کہ محبت الٰہی میں اس درجہ فنا ہو جاؤ کہ مال کی محبت تمہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے نہ روکے، دنیا اور دنیا کی دولت رب نے عطا کی ہے تو اس دنیوی دولت کے عوض اللہ تعالی سے دولتِ عقبیٰ خریدنی چاہئے، اخروی درجات اور اعلی مراتب کا سوال کرنا چاہئے۔اس کے برخلاف مال کی محبت میں منہمک ہوکر آخرت سے غفلت کرنا‘ دولت عقبیٰ سے محروم ہوجانا اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنا، بندگی کا تقاضا نہیں۔

قوم کے لئے دعوت حق: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم کو مسلسل حق کی دعوت دیتے رہے، بت پرستی کے عواقب ونتائج بیان فرماتے رہے اور خدائے واحد کی عبادت سے دنیا وآخرت میں کیا فوائد ہیں‘ یہ سمجھاتے رہے، دعوت دین کے میدان میں آپ نے جہدِ مسلسل وسعی پیہم کی‘ لیکن قوم نے کورِ باطن واندرونی خباثت کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔آتش کدہ گلزار بن گیا۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل ہدایت کی دعوت دیتے اور بت پرستی سے منع فرماتے رہے،لوگوں کے دل چونکہ مسخ ہوچکے تھے اسی لئے انہوں نے مضبوط دلائل کے باوجود نہ ہدایت پائی اور نہ اس کی اشاعت میں حصہ لیا، بلکہ راہ حق سے روکنے کی مذموم سعی کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیتیں پہنچانے لگے، جب لوگ آپ کے دلائل کے سامنے عاجز ہوگئے تو آپ کو آگ میں ڈالنے کے مشورے کرنے لگے اور منصوبے بنانے لگے، لوگوں نے کہا ایک بڑی عمارت بنا کر اس میں آگ کو خوب دہکایا جائے اور

آپ کو اس آگ میں ڈالا جائے۔قرآن شریف میں ان کا قول اس طرح مذکور ہے :وہ کہنے لگے : اُن کے لئے ایک آتش خانہ بناؤ ' پھر ان کو دہکتی آگ میں ڈالدو۔ (سورۃ الصافات۔)اور سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے :لوگوں نے کہا (حضرت)ابراہیم کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگرتم کرنے والے ہو۔(سورۃ الانبیاء)

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:حضرت ابن اسحاق نے فرمایا:لوگوں نے ایک مہینہ لکڑیاں جمع کیں، جب لکڑیاں جمع کر چکے تو تمام لکڑیوں میں آگ جلائی' پھر آگ بھڑک اٹھی اور اس کے شعلے اتنے بلند ہونے لگے کہ اگر کوئی پرندہ اس کے پاس سے بھی گزرتا تو اس کی گرمی کی شدت سے مرجاتا۔ انہوں نے سات روز ان لکڑیوں کو جلتے رہنے دیا۔

اب انہیں یہ معلوم نہیں ہورہا تھا کہ اس بھڑکتی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے ڈالیں؟انسان کا ازلی دشمن شیطان آگیا، اس نے انہیں منجنیق بنانے کی تعلیم دی اور اس کے ذریعہ پھینکنے کا مشورہ دیا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بلند عمارت پر لے گئے ،آپ کے ہاتھ پیر باندھ کر منجنیق میں ڈال دیا،اس منظر کو دیکھ کر جن وانس کے سوا زمین وآسمان کی ہر چیز کی چیخ نکل گئی۔۔۔۔جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پانی کا فرشتہ حاضر خدمت ہوااور عرض کیا:اے ابراہیم علیہ السلام !اگر آپ چاہیں تو میں اس آگ کو یکدم بجھادوں ؟ ہوا کا فرشتہ آیا عرض کیا: ابراہیم علیہ السلام!اگر آپ چاہیں تو میں اس آگ کو ہوا سے اڑادوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کمالِ استغناء کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ، میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے جب انہوں نے باندھا تو آپ نے پھر انہوں نے آپ کو جب منجنیق میں بٹھادیا،اس وقت حضرت جبریل امین حاضر ہوئے ،عرض کی : اے ابراہیم علیہ السلام ! میرے لائق کوئی خدمت ہوتو حاضر ہوں ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

فرمایا:اے جبریل ! مجھے تمہاری اعانت کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا : اپنے رب سے ہی التجا کر لیجئے۔ فرمایا: وہ میرے حال سے خوب واقف ہے مجھے عرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔(سورۃ الانبیاء)

اس کے بعد ان ظالموں نے آپ کو منجنیق کے ذریعہ آگ میں پھینک دیا، جیسے ہی آپ آگ کے قریب ہوئے اللہ تعالی نے آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا' ارشاد الٰہی ہے : ''ہم نے کہا :اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی بن جا۔(سورۃ الانبیاء) اس آیت کریمہ کے تحت صاحبِ تفسیر مظھری فرماتے ہیں: مشہور روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آگ کو ٹھنڈی ہونے کا حکم فرمایا تو اس دن روئے زمین پر کوئی آگ دہکتی نہ رہی سب بجھ گئیں اور دنیا میں کسی شخص نے اس دن آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا ، پھر اگر اللہ تعالیٰ ''ابراہیم پر سلامتی'' نہ فرماتا تو آگ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہو جاتی۔

آگ پہلے کی طرح جلانے کی صفت سے متصف تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اسے اذیت اور تکلیف سے خالی کر دیا جیسا کہ ''علی ابراہیم'' کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ علامہ سدی کہتے ہیں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلوؤں سے پکڑا اور بڑے آرام سے زمین پر بٹھا دیا، جب آپ اس آتشکدہ میں اترے تو وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور سرخ رنگ کے گلاب کے خوبصورت پھول تھے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ کیا لیکن جن رسیوں سے آپ کو باندھا گیا تھا انہیں جلا دیا، علماء فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں سات دن رہے تھے ، منہال بن عمرو فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جو دن میں نے آگ میں گزارے وہی دن میری زندگی کے عمدہ ترین دن تھے ، اللہ تعالیٰ نے ان ایام میں خصوصی انعامات سے نوازا تھا۔

ابن یسار فرماتے ہیں اللہ تعالی نے سائے کے فرشتے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں بھیجا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ کر انس و محبت کی باتیں کرتا تھا، فرماتے ہیں اللہ

تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو جنت سے ریشمی قمیص اور جائے نماز دے کر بھیجا، جبرئیل نے قمیص آپ کو پہنا دی اور جائے نماز پر بٹھا دیا اور پھر جبرئیل علیہ السلام ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، جبرئیل نے کہا اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آگ ہمارے محبوبوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔

پھر نمرود نے اپنے محل کی بالکونی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو عجب نظارہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک باغیچہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور فرشتہ آپ کے پہلو میں بیٹھ کر محو گفتگو ہے، جبکہ آپ کے اردگرد آگ لکڑیوں کو جلا رہی ہے، نمرود نے اپنے محل کے اوپر سے آواز دی، اے ابراہیم! آپ کے خداوند عظیم کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے آپ کے درمیان اور آگ کے درمیان اپنی حفاظت سے جو روک لگا دی اُسے دیکھ رہا ہوں اے ابراہیم! کیا آپ اس آگ سے نکل بھی سکتے ہیں فرمایا ہاں، پھر نمرود نے پوچھا کیا آپ کو کوئی خدشہ ہے کہ اگر آپ اس میں ٹھہرے رہیں تو یہ آگ آپ کو جلا دے گی؟ فرمایا نہیں، نمرود نے کہا پھر کھڑے ہو جائیے اور باہر نکل آیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے شعلوں کے درمیان سے چلتے ہوئے باہر تشریف لائے، جب آپ باہر آچکے تو نمرود نے پوچھا اے ابراہیم! آگ میں آپ کے ساتھ کون تھا؟ وہ تو بالکل آپ کی تصویر تھا اور آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ سایہ کا فرشتہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے میری طرف بھیجا تھا تاکہ میری تنہائی کی اکتاہٹ کو دور کرے تو نمرود نے کہا میں آپ کے خداوند عظیم کے لئے قربانی دینا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ نے سارے خداؤں کی عبادت سے منہ موڑ کر اس کی عبادت اور توحید کو اپنایا تو اس نے جو آپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اپنی سطوت وقدرت کا کرشمہ دکھایا ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں، میں اس کی رضا کے لئے چار ہزار گائے ذبح کروں گا، حضرت ابراہیم نے فرمایا جب تک تو مشرکانہ عقائد کا حامل اور اس غلط دین کا پیرو ہے اللہ تعالیٰ تیری قربانی قبول نہیں فرمائے گا، تو اپنا یہ باطل مذہب چھوڑے گا تب تیری کوئی قربانی قبول

ہوگی ،نمرود نے کہامیں اپنی سلطنت تو چھوڑنہیں سکتا ،آپ کا دین اپنانے میں مجھے اپنی بادشاہی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

لیکن میں اس کے لئے گائیں ذبح کروں گا ،تو نمرود نے گائیں ذبح کیں اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کوکوئی زک پہنچانے سے باز آ گیا،اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے یہ منظر دکھا کرحضرت ابراہیم کو اس کی سختیوں اور پابندیوں سے بچالیا۔شعیب جبائی فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیم کوآ گ میں ڈالا گیا تو اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔ (التفسیرالمظھر ی،سورۃ الانبیاء)

اللہ تعالی نے آ گ کوٹھنڈی ہونے کے ساتھ سلامتی بن جانے کاحکم فرمایا؛ کیونکہ کوئی چیز زیادہ ٹھنڈی ہوجائے تو نقصان کا اندیشہ ہوتاہے، اس لئے فرمایا:ایسی ٹھنڈی ہوکہ سردی بھی نہ ہونے پائے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں جلایا' آ گ میں جلانے کی قوت وصلاحیت جس پروردگار نے رکھی ہے اُسی کاحکم ہوا کہ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوجا۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم ورضا کے مقام پر تھے،آپ نے رضا بالقضاء کے پیکر بن کر آگ میں ڈالے جانے کو قبول کیا کہ اگر فیصلہ خداوندی یہی ہے اور جان جاتی ہےتو جائے' میں ہر حال میں اپنے رب کے فیصلہ کوتسلیم کرنے والا اوراس کے منشاء کے مطابق ہی چلنے والا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح وسلامت باہرتشریف لائے ،آگ آپ کومعمولی نقصان بھی نہ پہنچاسکی،اس عظیم معجزہ کودیکھ کربھی وہ لوگ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئےتو آپ نےحکم الٰہی کے مطابق اپنا وطن ترک کیا اور وہاں سے ہجرت کر کے ملک شام کی طرف کوچ فرمایا،جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''اورآپ نے کہامیں ایسی جگہ جانے والا ہوں جہاں کا رب نےحکم فرمایا،یقیناً وہ مجھے منزل تک پہنچائے گا۔(سورۃ الصافات)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے صحیح وسلامت باہرتشریف لائے اورمشرک اتنا بڑامعجزہ دیکھ کربھی ایمان نہ لائےتو آپ نے فرمایا میں تمہارے دارالکفر کوچھوڑ کر جارہاہوں اور میں ایسی

جگہ جارہا ہوں جہاں میں سکون اور دلجمعی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کروں گا ، جب آپ آگ سے سلامتی کے ساتھ باہر تشریف لائے تو فرمایا میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں،

وہ میری ایسی جگہ رہنمائی فرمائے گا جہاں میرے دین کی صلاح ہوگی یا یہ معنی کہ میں وہاں کا قصد کروں گا جہاں کا میرا رب مجھے حکم فرمائے گا تو آپ شام تشریف لے گئے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو لخت جگر کی قربانی کا حکم :۔

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صاحبزادہ کی قربانی کا حکم دیا گیا، حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکمِ خداوندی کی تکمیل کا پختہ ارادہ کیا' عزم مصمم کے ساتھ آپ نے چھری اور رسی لے کر اپنے پارہ جگر سے فرمایا: پیارے بیٹے ! میرے ساتھ چلو' ہمیں اللہ کے لئے قربانی کرنی ہے، صاحبزادہ ساتھ ہو گئے' وادی منی میں پوچھا : ابّا جان ! ہمیں کس چیز کی قربانی کرنی ہے؟ تو آپ نے اس وقت فرمایا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچے تو اُنہوں نے فرمایا: اے پیارے بیٹے ! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کررہا ہوں۔ بتاؤ! تمہاری کیا رائے ہے ؟ (سورۃ الصافات۔102)

جس وقت قربانی کی جارہی تھی اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف تیرہ(13) سال تھی، اس کم سنی میں صاحبزادہ نے جاں نثاری کا جس متانت کے ساتھ جواب دیا؛ وہ بڑے سے بڑے حلیم الطبع و بردبار افراد کے لئے نمونہ ہے ، بہادروں کے لئے ہمت وحوصلہ ہے ، عرض کیا: اے والد بزرگوار! حکم کی تعمیل میں نہ میں پس وپیش کرونگا اور نہ ہی آپ پر محبتِ پسر غالب آئے گی ، آپ نے تاجِ خلت پہن رکھا ہے اور جوش قرباں میرے رگ و پئے میں موج مارتا ہے۔ قرآن کریم بزبانِ ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ناطق ہے: اے میرے والد بزرگوار! آپ کو جو حکم

دیا جارہا ہے اس کو پورا کرگزریئے، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔(سورۃ الصافات)حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاحبزادہ سے اس لئے مشورہ کیا کہ آپ ان کے صبرو استقلال اور آزمائش کے وقت ثابت قدمی کو دیکھنا چاہتے تھے۔

آپ نہ صرف اک والد تھے بلکہ معلمِ قوم ومصلحِامت بھی تھے،اگر صاحبزادہ سے جزع' فزع ظاہر ہوتو صبر کی تلقین کرنا بھی مقصود تھالیکن ایسی کوئی صورت ظاہر نہ ہوئی؛ کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام' پیکرِاستقلالِ نبی کے صاحبزادہ ہیں،آپ نے مثالی ثابت قدمی اور رضا بالقضاء کا مظاہرہ فرمایا۔حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ذات پر مکمل اعتماد نہ کیا بلکہ یہ خیال فرمایا: میں ہمہ تن منشاء الٰہی ومشیت ایزدی کا تابع ہوں ، بذاتِ خود خیر کا کام نہیں کرسکتا اور نہ برائی سے بچ سکتا ہوں،اسی لئے ان شاءاللہ کہا۔

صاحبِ تفسیر خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالی کے بچائے بغیر گناہ سے بچنا ممکن نہیں اور طاعت وفرمانبرداری پر قوت وغلبہ' ہمت وحوصلہ بھی اسی کی توفیق سے ہے۔اسی لئے صبر کو مشیت الٰہی کے ساتھ ہی ذکر کیا۔(تفسیر الخازن سورۃ الصافات)

حضرت اسمعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے والد بزرگوار سے یہ عرض نہیں کیا کہ جوآپ دیکھ رہے ہیں اسی طرح کرگزریں بلکہ عرض کیا: آپ کو جوحکم دیا جارہا ہے اس کی تعمیل کیجئے !کم سنی کے باوجود ذہن کی رسائی اور فراست ایمانی کا یہ حال ہے کہ والد گرامی کے خواب کو وحی کے مرتبہ میں جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابراهیم علیه السلام کا مثالی خاندان :۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عمر شریف کے اس حصہ میں شہزادہ عطا کیا گیا، پھر حکم ہوتا ہے کہ اپنے شہزادہ اور راہلیہ کو ایک ایسے مقام پر چھوڑآؤ جہاں نہ کوئی گھاس ہو نہ پانی،حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ نے اپنے شیرخوار شہزادہ کو بے آب وگیاہ مقام پر چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے شہزادہ کو مکہ مکرمہ لے آئے، اور انہیں بیت اللہ شریف کے قریب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا، اس وقت مکہ مکرمہ میں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی وہاں پانی موجود تھا۔آپ نے انہیں ایک چمڑے کا تھیلا دیا جس میں کھجور تھے اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا۔جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام عرض کرنے لگیں: آپ ہمیں اس جنگل میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؛ جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟

وہ بار بار یہی کہتی رہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں مڑ کر بھی نہیں دیکھا،تب حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا: کیا اللہ تعالی نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا: ''پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا، یہ کہہ کر وہ اطمنان کے ساتھ واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہاں سے تشریف لے گئے۔

جب آپ ثنیہ گھاٹی پر پہنچے جہاں سے وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے، وہاں رک گئے اور کعبۃ اللہ شریف کی جانب رُخ کیا اور اپنے دستہائے اقدس اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب وگیاہ مقام پر ٹھہرایا ،اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نمازیں پڑھیں،اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں،اور ان کو میوؤں سے روزی عطا فرما،تاکہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔(سورۃ ابراہیم)

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،آپ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: خواتین میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے کمر پٹا باندھا۔۔۔۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو اور آپ کے شہزادہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کو (مکہ مکرمہ) لے آئے ، اور ہاجرہ علیہاالسلام (اسوقت) حضرت اسماعیل علیہا السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور انھیں بیت اللہ کے قریب مسجد کی بلند جانب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام پر

ہے جہاں آب زمزم ہے، اس وقت مکہ مکرمہ میں کوئی آباد نہ تھا، اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان حضرات کو وہاں بٹھایا اور چمڑے کا ایک تھیلا کھجوروں سے (بھرا ہوا) اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا۔ پھر جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ام اسمعیل علیہا السلام ان کے پیچھے ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کرنے لگیں!

ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو کہ جہاں نہ کوئی مونس وغمگسار ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے بارہا یہی الفاظ دہرائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں نہیں دیکھا تو ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ کیا اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں انھوں نے جواب دیا کہ پھر تو اللہ تعالی ہمیں ضائع ہونے نہیں دیگا، یہ کہہ کر وہ واپس لوٹ آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے یہاں تک کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے آپ انہیں دکھائی نہ دے سکتے تھے تو آپ نے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کیا پھر ان کلمات کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے ہمارے پروردگار!

میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس اس بے آب وگیاہ مقام پر ٹھہرایا، اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نمازیں پڑھیں، اور تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں، اور ان کو میووں سے روزی عطا فرما، تاکہ وہ تیرا شکر بجالائیں۔ (سورہ ابراہیم) اور سیدہ ہاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہا السلام کو دودھ پلاتی اور خود مشکیزہ میں سے پانی پیتی پلاتی رہیں، یہاں تک کہ جب مشکیزہ میں پانی ختم ہوگیا، جس کے باعث آپ کو اور آپ کے لخت جگر کو پیاس محسوس ہوئی، جب آپ نے دیکھا کہ شہزادہ پیاس کی وجہ بے تاب ہو رہے ہیں یا فرمایا کہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، تو وہ اس منظر کو دیکھ کر پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔

آپ کے سامنے صفا پہاڑ قریب ہی تھا آپ اس پر چڑھ گئیں پھر وادی میں دیکھا کہ شاید کوئی نظر آئے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا پھر آپ وہاں سے اتریں اور اپنا دامن سمیٹ کر نشیب میں اس طرح دوڑیں

جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے یہاں تک کہ وادی کو پار کر کے مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا، پھر اسی طرح (صفا و مروہ کے درمیان) سات دفعہ چکر لگائے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی لئے لوگوں کے لئے ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی مقرر کی گئی ہے پھر جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام (آخری چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو سننا چاہئیے، پھر وہی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے بندے !تو جو کوئی بھی ہے) میں نے تیری آواز سن لی، کیا تو ہماری کوئی مدد کرسکتا ہے؟ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ آب زمزم (چشمہ والی جگہ) کے قریب ایک فرشتہ (حضرت جبریل) ہے جو زمین پر اپنی ایڑی مارا (یا یہ فرمایا کہ) اپنا پر مارا یہاں تک کہ اس جگہ سے پانی نکلنے لگا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے ہاتھ سے (مٹی سے) اس کے گرد حوض سا بنانے لگیں اور پانی چلو سے بھر بھر کر اپنی مشکیزہ میں ڈالنے لگیں، جوں جوں وہ پانی لیتیں وہ چشمہ اور جوش مارتا جاتا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسمعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے !اگر وہ زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں (حوض نہ بناتیں) یا (آپ نے یہ ارشاد فرمایا) اگر وہ چلو بھر کر (مشکیزہ بھرنے کے لیے) پانی نہ لیتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا۔

(پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے) ارشاد فرمایا: حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے خود بھی پانی پیا اور اپنے شہزادہ کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا کہ تم اپنی جان کا خوف نہ کرو، بیشک یہاں اللہ کا گھر ہے، جسے یہ نونہال اور ان کے والد محترم تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ اور اس وقت بیت اللہ (کا مقام) ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا اور جب برسات کا پانی آتا تو وہ دائیں بائیں سے نکل جاتا۔ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے ایک مدت اسی طرح گزاری یہاں تک کہ جرہم قبیلے کے کچھ لوگ یا بنی جرہم

کے کچھ افراد ان کے پاس سے گزرے جو کداء کے راستے سے آرہے تھے۔

وہ مکہ کے نشیب میں اترے، انھوں نے پرندوں کو وہاں گھومتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ پرندے ضرور پانی کے گرد گھوم رہے ہیں، مگر ہم اس وادی سے اچھی طرح واقف ہیں اور یہاں پانی کہیں بھی نہیں ہے۔ پھر انھوں نے ایک یا دو آدمیوں کو پانی کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا، انھوں نے دیکھا کہ پانی موجود ہے، وہ لوٹ کر گئے اور انھیں پانی کی خبر دی، پھر وہ تمام افراد وہاں آئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی کے پاس ہی ام اسماعیل علیہا السلام بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہاں اپنے پاس آباد ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے، لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔

انھوں نے اسے قبول کرلیا۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جرہم کے) لوگوں نے (وہاں رہنے کی) اس وقت اجازت مانگی جب خود اسماعیل کی والدہ یہ چاہتی تھی کہ یہاں بستی ہو۔ پس وہ لوگ وہیں آباد ہو گئے اور پیغام بھیج کر اپنے اہل وعیال کو بھی اسی جگہ بلالیا وہ بھی وہیں ان کے پاس آگئے۔(صحیح البخاری)

اعتماد وتوکل کی اعلی مثال:۔

اس واقعہ کے ذریعہ خواتین امت کو صبر وتحمل، اعتماد وتوکل کی تعلیم دی گئی، شیر خوارگی کی عمر میں بچوں کو خصوصی نگہداشت میں رکھا جاتا ہے، ان کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ اس عمر میں بچوں کے اعضاءِ جسم نازک ہوتے ہیں مزاج میں نزاکت ولطافت ہوتی ہے۔شیر خوار بچہ کو تنہا ماں کے ساتھ ریگزار ویران میں چھوڑنا، غیر معمولی واقعہ ہے۔

اس واقعہ میں مرد حضرات کی بھی تربیت ہے اور خواتین و مستورات کی بھی، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے جواب میں دختران ملت کے لئے عظیم درس وپیغام ہے کہ جب آپ نے اتنا سنا کہ یہاں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق لایا گیا ہے تو بغیر کسی تامل اور فکر کے مکمل اطمینان کے ساتھ وہیں رک

گئیں،چین وقرار پایا،ظاہری طور پر وہاں نہ کوئی مونس وغمخوار ہے اور نہ کوئی ہم دم وغمگسار' نہ گھاس ہے نہ پانی' نہ کوئی مراقب ونگہبان ہے' نہ کوئی محافظ وپاسبان۔خدائے تعالی کی ذات پراس طرح کامل یقین اور اس کی نصرت پر مکمل بھروسہ تھا کہ فرمایا:جب یہ سب اللہ تعالی کےحکم سے ہے تو ہمیں وہ ضائع نہیں کرے گا،آپ اطمینان سے واپس جائیں!۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا،حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا توکل اورحضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالی نے وہاں زم زم کا کنواں جاری فرمادیا۔

انبیاء کا خواب'وحی کے درجہ میں:۔

حضرتِ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آزمائشوں کا ایک سلسلہ رہا، جومحض آپ کی شان وعظمت کے اظہار کے لئے تھا،ابتلاء وآزمائش کی ایک اوراعلیٰ منزل یہ تھی کہ پروردِگار نے دعاؤں کے بعد جولختِ جگرعطا فرمایااور انکے متعلق متعدد بشارتیں عطا فرمائیں،حسن وجمال' عقل وافر،فہم کامل اورکئی ایک جواہر کا مالک بنایا' جب وہ والدگرامی کے ساتھ نشست وبرخاست کرنے لگے' خلوت وجلوت میں ہم دم رہنے لگےاوراپنی خداداد صلاحیتوں سے والدِ محترم کا قلب مسرتوں سے لبریز کرنے لگے۔وہ فرزند دلبند جو باغِ خلیل کی رعنائی بنے ،وہ فرزند دلبند جوچمن کی بہار ہوئے ،حق تعالی نے انہی کواپنی راہ خلیل میں قربان کرنے کاحکم فرمایا اورحکم بھی دیا تو حالتِ بیداری میں نہیں بلکہ خواب کے ذریعہ حکم دیا۔انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے ، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ارشادِ نبوی ہے: انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کا خواب وحی کے درجہ میں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر،سورۃ الصافات)

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزم واستقلال پر ہزار بار قربان جائیں تو کم ہے،ہمیں اس سے فیض حاصل کرتے ہوئے ان امور میں پُرعزم وصاحب استقلال بننا چاہئے ؛جن پرعمل ہمارے لئے مشکل ہوتا ہے۔

جب حالات موافق نہیں رہتے ،طبیعت آمادہ نہیں

ہوتی یا کوئی اور رکاوٹ آجاتی ہے تو ہمارا حوصلہ پست ہوتا ہوا نظر آتا ہے، عزم ابراہیمی پر نظر ڈالیں تو ہماری ہمت بندھ جائے گی، ہمارا حوصلہ بلند ہوگا اور ہم استقلال واستقامت کے ساتھ شریعت پر کاربند ہوجائیں گے۔

آب زمزم کرشمہ قدرت:۔

متمدن انسانی تاریخ میں جو ہزاروں سال پر مشتمل ہے، انسان نے بے پناہ ترقی کی۔ پتھر کے دور سے جدید ٹکنالوجی تک پہنچا اور ترقی کی منازل طئے کرنے کا یہ سفر ہنوز جاری ہے۔ انسان کی ہر میدان میں حیران کن ترقی کے باوجود قدرت کے کرشموں کے آگے انسان کا ذہن آج بھی محو حیرت رہتا ہے۔ انسانی عقل کو حیران کرنے والے اس زمین پر موجود اشیاء کا شمار بھی انسان کیلئے مشکل ہے۔ آب زم زم بھی ایک کرشمہ قدرت ہے۔

یہ چشمہ صحرائے عرب میں ہزاروں سال سے جاری ہے۔ ہمارے مشاہدے میں جو کنویں رہے ہیں، ان میں زم زم کا کنواں بالکل مختلف ہے۔ اول تو اسے کسی انسانی ہاتھوں نے نہیں کھودا۔ یہ محض ایک کرشمہ قدرت ہے۔ عام طور سے انسانی ہاتھوں کھودے گئے کنویں میں زمین سے رسنے والے پانی کے قطروں سے کنویں میں پانی کا ذخیرہ ہوتا ہے، جو ہمارے استعمال میں آتا ہے۔ عام طور سے ہمارے کھودے ہوئے کنویں ایک عرصہ بعد خشک بھی ہوجاتے ہیں لیکن زم زم کے کنویں کی دیواروں سے جو جھرنے پھوٹتے نظر آتے ہیں اور کنویں کی دیواروں سے فواروں کی شکل میں آنے والے پانی کی رفتار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ جیسے کوئی پانی بجلی کی موٹر کے ذریعہ پھینک رہا ہے۔

بہرحال ہزاروں سال سے اس قدر تیزی سے پانی کا نکلنا اور اس قدر بڑی مقدار میں نکلنا یہ ایک زندہ کرشمہ قدرت ہے، جس کے آگے انسانی عقل دنگ ہے۔ بتایا گیا کہ زم زم کا کنواں 98 فٹ گہرا اور اس کا قطر 9 فٹ ہے۔ روئے زمین پر زم زم کے کنویں کی طرح کوئی اور مثال ہے نہ ترقی یافتہ سائنس ایسی کوئی مثال پیش کرنے کا تصور کرسکتی ہے۔

مسلمانان عالم کے مرکز مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ سے 20 میٹر دور مشرق کی جانب کوئی چار ہزار سال قبل

پھوٹا یہ چشمہ آج تک مسلسل جاری ہے اور ہزاروں ، لاکھوں افراد کو سیراب کر رہا ہے۔ مہمانان رب العزت کی ضرورت پوری کرتا ہے اور مسجد نبوی شریف کے تمام زائرین بھی یہی پانی پیتے ہیں۔ زم زم کے کنویں سے عام دنوں میں ہر روز 100 مکعب میٹر پانی استعمال کیلیئے حاصل کیا جاتا ہے جبکہ جمعہ کے روز یہ مقدار دوگنی ہو جاتی ہے۔

حج سیزن اور ماہ رمضان میں یہ مقدار 1000 مکعب میٹر سے تجاوز کر جاتی ہے۔ زم زم کا پانی نہ صرف حجاج اور زائرین کے استعمال میں آتا ہے بلکہ مقامی افراد ہزاروں Cans پانی پینے کیلیئے گھر لے جاتے ہیں جبکہ زائرین و حجاج بھی زم زم کے کین اپنے ساتھ اپنے اپنے ملک لے جاتے ہیں۔ حرم مکی کے اندرونی حصوں 90 مقامات پر حجاج اور زائرین کیلیئے زم زم پینے کے انتظام ہیں جبکہ سو سے زائد ٹونٹی یا نلکے بیرونی صحنوں میں لگے ہوئے ہیں۔

مہمان رب العزت کثیر مقدار میں زم زم پیتے ہیں کیونکہ احادیث شریف اور روایتوں میں اس کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زم زم پینے والا کسی تکلیف یا بیماری سے شفا کی دعا کر کے زم زم پیئے گا تو اسے شفا حاصل ہو گی۔ ایک حدیث کے مطابق زم زم اس سرزمین کا بہترین پانی ہے۔ یہ نہ صرف پانی ہے بلکہ یہ غذائیت سے بھرپور پانی ہے۔

1982 ء میں حکومت نے زم زم کے آسان حصول اور تقسیم کے لئے ایک خصوصی ادارہ قائم کیا جو زم زم کی تقسیم کی نگرانی کرتا ہے۔ آب زم زم پر عربی ، انگلش ، فرنچ ، اردو ، ترکی اور کچھ دیگر زبانوں میں ایک ڈاکیومنٹری فلم تیار کی گئی ہے جس میں زم زم سے شفا اور اس کے فوائد تفصیلی طور پر دکھائے گئے ہیں۔ یہ فلم youtube پر دیکھی جاسکتی ہے۔ کنگ فیصل کے دور (1975) میں زم زم کے کنویں کو پاٹ کر زمین کے برابر کیا گیا تھا تا کہ مطاف کے رقبے میں اضافہ کیا جا سکے۔

زم زم کے کنویں کو ایک تہہ خانہ کی شکل میں نیچے کیا گیا اور اس کے اطراف شیشے (glass) کا فریم لگایا گیا تھا جس میں سے زائرین کنواں دیکھ سکتے تھے۔ 1990 ء کی دہائی تک بھی لوگ سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے جا کر کنواں دیکھ سکتے تھے۔ کہتے ہیں

کسی زمانے میں حجاج اور زائرین زم زم کے کنویں میں سکے اور دیگر دھاتی اشیاء ڈالتے تھے۔ یہ چیزیں ایک مرتبہ کنویں کی صفائی کے دوران برآمد ہوئے۔ یہ صفائی کا کام 17 جمادی الاول 1399ھ (1979) میں کی گئی تھی۔ اس کے بعد کنویں کو اس طرح محفوظ کردیا گیا کہ اس میں باہر سے کوئی چیز پھینکنے کا امکان نہیں رہا۔

بتایا گیا کہ ایک مصری محقق نے اپنی کتاب ''الرحلت الجازیہ'' میں لکھا کہ زم زم میں سوڈیم، کیلشیم، پوٹاشیم اور کلورائیڈ نمک موجود ہے۔ اس کے علاوہ زم زم میں Sulphuric Acid اور Nitric Acic بھی موجود ہے۔ زم زم کا کنواں کبھی جراثیم کی وجہ سے آلودہ نہیں ہوا۔ نہ آج تک اس پانی کے استعمال سے کسی کو کوئی تکلیف اس کے استعمال کرنے والے کی صحت پر کوئی معمولی سا خراب اثر بھی ریکارڈ کیا گیا۔ زم زم میں موجود کیمیائی عناصر سے یہ پانی خصوصی آلات کے ذریعہ جراثیم سے پاک کئے ہوئے منرل واٹر سے بھی زیادہ بہتر، صاف شفاف ہے اور زم زم میں غذائیت بھی ہے۔ زم زم کا کوئی الگ رنگ ہے، نہ اس میں کسی قسم کی بو یا مہک پائی جاتی ہے لیکن اس کا مزہ عام پانی سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے۔

زم زم سینکڑوں برس سے حجاج و زائرین اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور وطن میں اپنے عزیز و اقارب کو چھوٹی بوتلوں میں ڈال کر بطور متبرک تحفہ دیتے ہیں۔ آج بھی ہر حاجی اپنے ساتھ مکہ مکرمہ سے زم زم کا ایک Can ضرور لے جاتے ہیں۔ چند برس قبل انڈین قونصلیٹ جدہ نے ہندوستانی حجاج کو اپنے ساتھ یہ وزنی زم زم Can اٹھا کر لے جانے کی زحمت سے بچانے کیلئے یہ انتظام کیا تھا کہ ہندوستان کے جن جن شہروں سے حجاج کی راست فلائٹس جدہ آتی ہیں، اس شہر کو اتنی تعداد میں زم زم کے Cans قبل از وقت واپسی کی فلائیٹ کے ذریعہ روانہ کردیتی تھی۔ حجاج واپسی پر ایرپورٹ سے اپنا Can حاصل کر کے گھر لے جاسکتے ہیں۔ یہ ایک اچھی سہولت قونصل جنرل جدہ نے ہندوستانی حجاج کیلئے مہیا کرائی تھی۔

رمضان اور حج سیزن کے علاوہ عام دنوں میں بھی لوگ مختلف ایرپورٹس سے زم زم کے Cans اپنے ساتھ وطن لے جاتے ہیں، یہ تو سب ہی

جانتے کہ ہوائی سفر میں ہینڈ بیگ (Hand Bag) میں کسی قسم کا سیال مادہ (Liquid) رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہر ایرپورٹ پر مسافرین کیلئے ایک خصوصی پلاسٹک کی تھیلی دستیاب رہتی ہے جس میں مسافر اپنا زم زم Can محفوظ (Pack) کرواکر بطور Hand Carry لے جاسکتا ہے۔ ہزاروں برس میں زم زم کو مختلف ناموں سے جانا گیا ہے۔ ایک مطالعہ کے مطابق زم زم کو 54 نام دیئے گئے ہیں مگر اس کا سب سے معروف اور زبان زد عام نام زم زم ہی ہے۔

آخر میں حجاج و زائرین سے ایک گزارش پر اپنی بات ختم کرنا چاہیں گے کہ زم زم ایک مقدس پانی ہے۔ ہم اپنے ملکوں میں جب چھوٹی مقدار میں اسے تحفتاً پاتے ہیں تو اسے بڑی عقیدت و احترام سے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ایک ایک قطرے کا احترام کرتے ہیں۔

شیشی یا بوتل میں بچی آخری بوند کو بھی ہتھیلی میں ڈال کر سر آنکھوں سے لگا لیتے ہیں۔ یہ اس کا حق بھی ہے لیکن کعبۃ اللہ میں حجاج و زائرین جنہیں یہاں زم زم وافر مقدار میں حاصل رہتا ہے، وہ اس کو ضائع کرتے ہیں۔ فرش پر بے جھجک گراتے ہیں۔ زم زم ایک مقدس پانی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی تیزی کے ساتھ روبہ زوال رہتی ہے جیسے کھیتیاں دم بھر کو شاداب ہوتی ہیں تو ان کا ہرا بھرا ہونا دل کو موہ لیتا ہے، دیکھنے والے اور خاص طور پر کسان اس سے بڑے مسرور ہوتے ہیں لیکن ان کھیتیوں کو خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہی حال دنیا اور دنیا کے آسائشی ساز و سامان کا ہے جو انسان کی مختصر زندگی کے کچھ حصہ میں موسم بہار کی طرح باعث رونق و زینت ہوتے ہیں اور دلوں کو لبھاتے ہیں، پھر جب وہ چھن جاتے ہیں تو زندگی کے باغ و بہار خزاں آلودہ ہوجاتے ہیں۔

وقف کی شرعی حیثیت اور وقف ترمیمی قانون کے نقصانات

ماخوذ

اسلام میں جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اسی طرح انسانوں کی مدد کی بھی بڑی اہمیت ہے؛ اسی لئے نماز، روزہ کے ساتھ ساتھ زکوۃ وصدقہ فطر کے احکام بھی دیئے گئے ہیں، اگر انسان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی کے لئے مالی کفارہ یعنی فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے اور کپڑے پہنانے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے، مثلاً اگر کسی نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا ہو تو اس کے بدلہ اسے ساٹھ روزے رکھنا ہوگا، یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا، گویا روزہ جیسی عبادت اور مسکین کو کھانا کھلانا دونوں کا اجر برابر ہے، صدقہ و انفاق کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وقتی طور پر کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کردی جائے، جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیا، کسی کو کپڑے کی ضرورت تھی، اس کا کپڑا بنا دیا، کسی مریض کا علاج کرا دیا، دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا کارخیر کیا جائے کہ جس کا نفع بہت سے لوگوں کو پہنچے، اور بہت دنوں تک پہنچتا رہے، اگرچہ یہ دونوں ہی صورتیں اجر وثواب کی ہیں؛ لیکن دوسری صورت میں زیادہ اجر ہے؛ اس لئے کہ جس چیز کا نفع جتنے لوگوں کو پہنچے گا اور جتنی دیر تک پہنچتا رہے گا، اسی قدر زیادہ اس کا اجر ثواب بھی ہوگا۔

چنانچہ رسول اللہ ا نے ارشاد فرمایا: جب انسان کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس سے عمل کا رشتہ کٹ جاتا ہے، سوائے تین صورتوں کے: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے بعد کے لوگ نفع حاصل کرسکیں، صالح

اولاد جواس کے لئے دعا کا اہتمام کرتی ہو: ”علم نافع سے مراد کسی صاحب علم کی کتابیں اوراس کے تلامذہ ہیں، جن سے طویل مدت تک لوگوں کو نفع پہنچتا رہتا ہے، صالح اولاد کی مراد ظاہر ہے، ایسے بچے جن کی دینی تعلیم وتربیت کی گئی ہو اور اس تربیت کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے لئے دعاوں کا اہتمام کرے، اورصدقہ جاریہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام انسان کرجائے جس کا نفع اس کے بعد بھی جاری رہے، جیسے کنواں کھدائے، بورویل کرائے، مسجداورتعلیمی ادارہ کی تعمیر میں حصہ لے، دینی کتاب شائع کرادے، مسافروں اوریتیموں کے لئے کوئی کارخیر کردے، اس طرح کے جوبھی خیر کے کام ہیں۔ وہ سب صدقہ جاریہ میں شامل ہیں۔

ایسے ہی صدقہ جاریہ کی ایک شکل ”وقف“ کہلاتی ہے، وقف کے اصل معنیٰ ’روکنے‘ کے ہیں، وقف میں اصل شئے کوروک کراس سے حاصل ہونے والا نفع وقف کرنے والے کے منشا کے مطابق مستحقین پرخرچ کیا جاتا ہے۔ چوں کہ اس میں اصل شئے بچی رہتی ہے اوراس کوروکے رکھا جاتا ہے؛ اس لئے اس کو’وقف‘ کہتے ہیں، وقف اور عام صدقات کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے، کہ عام صدقات میں غرباء وضرورت مندوں کواصل شء کا بھی مالک بنادیا جاتا ہے اورکسی اور مستحق کے لئے اس سے استفادہ کی گنجائش نہیں رہتی، اور وقف میں ایسا نہیں ہوتا --- بہرحال اس سے وقف کی اہمیت اوراس کا اجر وثواب معلوم ہوتا ہے۔یہ بات بھی واضح رہے کہ وقف پر نہ وقف کرنے والے کی ملکیت باقی رہتی ہے، نہ اس پر متولی کی ملکیت ہوتی ہے اورنہ ان لوگوں کی جن کو اس سے نفع اٹھانے کا حق دیا گیا ہے؛ بلکہ وقف کے بارے میں شریعت اسلامی کاتصور یہ ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہوتی ہے: ”ہو حبسہا علی حکم ملک اللہ تعالیٰ“ (درمختار مع الرد،

کتاب الوقف) چوں کہ اسلام میں صرف عبادت ہی کارِ ثواب نہیں ہے؛ بلکہ انسانی خدمت بھی باعث اجر و ثواب ہے؛ اس لئے وقف کا دائرہ بہت وسیع ہے، جیسے فقراء کو نفع پہنچانے والی چیزوں کا وقف درست ہے، اسی طرح ایسا وقف بھی درست ہے جس سے فقراء اور مال دار دونوں فائدہ اٹھا سکیں، یہاں تک کہ خود اپنی اولاد پر وقف کرنا بھی درست ہے، (دیکھئے: درمختار، فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد) چنانچہ مدارس، مساجد، یتیم خانے، غرباء کی امداد کے لئے قائم کئے ہوئے ادارے، دینی یا عصری تعلیم کے خیراتی ادارے، مریضوں کے علاج، بیواؤں کی کفالت اور اس طرح کے مقاصد کے لئے قائم ہونے والے ادارے، جن کا مقصد تجارت کرنا اور کسی خاص فرد کے لئے مادی نفع حاصل کرنا نہ ہو، وہ سب کے سب اوقاف میں داخل ہیں۔

یوں تو مذہبی اور خیراتی کاموں کے لئے عطایا دینے کا تصور بہت قدیم ہے، اسلام سے پہلے عربوں کے یہاں کعبۃ اللہ کے لئے نذرانے پیش کرنے کا ذکر ملتا ہے، جسے کعبہ کے اندر دفینہ کی شکل میں محفوظ کر دیا جاتا تھا، بائبل میں بھی خدا کے نام پر چیزوں کے نذر کرنے کا ذکر ہے، حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے پیدا ہونے والے بچہ کو خدا کی نذر کرنے کا عہد کیا تھا؛ اسی لئے حضرت مریم علیہا السلام بیت المقدس کی خدمت کے لئے اپنے خالو حضرت زکریاں کے حوالہ کر دی گئیں (آل عمران: ۵۳-۳۷) لیکن اسلام نے مختلف خیراتی مقاصد کے لئے وقف کا جو وسیع تصور پیش کیا ہے، وہ اس سے پہلے نہیں ملتا، --- کہا جاتا ہے کہ امت محمدیہ میں پہلا وقف حضرت عمرؓ نے کیا ہے؛ لیکن یہ وقف کی خاص نوعیت اور تفصیلی احکام کے اعتبار سے ہے، ورنہ وقف تو سب سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس مدینہ کے دو یتیم بچوں --- حضرت سہل اور حضرت سہیل --- کا

باغ خریدا، جس میں مسجد نبوی بنائی گئی اور اس سے متصل تعلیمی ضرورت کے لئے چبوترہ بنایا گیا، جسے عربی میں ''صفہ'' کہتے ہیں، یہ اسلامی تاریخ کا پہلا دار العلوم تھا، مسجد اور یہ درسگاہ دونوں آپ ا کی وقف کی ہوئی زمین میں قائم ہوئے، اسی طرح حضرت عثمان غنی ص نے میٹھے پانی کا کنواں ''بئر رومہ'' خریدا اور اسے مسلمانوں کے لئے وقف فرمادیا، (صحیح البخاری فی ترجمۃ الباب، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، وکتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عثمان بن عفان ص)، حضرت جابر ص نے اپنا ایک باغ اللہ کے راستہ میں وقف فرمادیا، جس کا ذکر متعدد حدیثوں میں موجود ہے، غرض کہ مختلف اوقاف ہیں، جو 'وقف فاروقی' سے پہلے کے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو وقف کی طرف اشارہ خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ''انفاق''، یعنی اچھے کام میں مال خرچ کرنے اور صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے، حدیث میں صراحۃً آپ ا کی ترغیبات موجود ہیں؛ کیوں کہ یہ صدقہ ؟ جاریہ کی سب سے اعلی صورت ہے، صحابہ ث نے بہ کثرت اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ اس پر ان کا اجماع و اتفاق ہے؛ (المغنی) اس لئے فقہاء اسلام کی رائے ہے کہ یہ مستحب کے درجہ کی عبادت ہے۔

وقف کی اسی اہمیت کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ سے مختلف کار خیر کے لئے وقف کرتے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں امت مسلمہ کی ایک روشن تاریخ رہی ہے، مسلمانوں نے نہ صرف مسجدوں، عیدگاہوں، قبرستانوں اور درگاہوں پر وقف کئے ہیں اور یتیم خانے اور مسافر خانے بنائے ہیں؛ بلکہ بیماروں، معذوروں، تیمار داروں یہاں تک کہ جانوروں اور پرندوں کے چارے کے لئے بھی وقف کیا ہے، جس سے خدمت خلق کا غیر معمولی جذبہ ظاہر ہوتا ہے؛ اسی

لئے مسلمان جہاں کہیں آباد ہوئے، وہاں آج بھی اوقاف کی بے شمار زمینیں اور جائدادیں موجود ہیں، ہندوستان میں وقف کی اتنی املاک ہیں کہ اگر ان کا صحیح استعمال ہو اور اس کے فوائد مسلمانوں کو دیئے جائیں تو مسلمانوں کے تمام تعلیمی اور معاشی مسائل حل ہو جائیں اور اس وقت مسلمان جس زبوں حالی اور پسماندگی سے دوچار ہیں اور حکومت کے سامنے ان کو کاسہ گدائی پھیلانا پڑتا ہے، اس کی نوبت نہ آئے، مگر افسوس کہ مسلمانوں کے پچاس فیصد کے قریب اوقاف وہ ہیں جن پر حکومت اور برادران وطن کا قبضہ ہے اور جو جائیدادیں خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں، ان میں سے بیشتر جائدادیں بھی ناجائز قبضہ سے دوچار ہیں، بہت سے قبرستان زمین کا کاروبار کرنے والے مسلمانوں نے بیچ دیئے ہیں، مسجدوں کی اراضی پر تو ناجائز قبضہ کیا ہی جاتا ہے، اللہ سے بےخوفی کی حد یہ ہے کہ بعض پرانی مسجدوں کو بھی بیچ کھانے میں تکلف نہیں، اخبارات میں ایسے واقعات چھپتے رہتے ہیں۔

اس وقت کا ہمارے سامنے ایک بہت اہم مسئلہ اوقاف کی حفاظت کا ہے، وقف قانون 2025 کے نفاذ کے بعد وقف جائیدادوں کی حفاظت مشکل ہو جائے گی، پرانی وقف جائدادوں کو بھی خطرہ ہوگا اور نئے اوقاف قائم کرنے میں بھی دشواریاں پیش آئیں گی۔

نئے وقف قانون کی جو بڑی بڑی خامیاں ہیں وہ یہاں لکھی جا رہی ہیں:

(۱) پہلے تو وقف بائی یوزر کو ختم کر دیا گیا تھا، پھر جب BJP اتحادی پارٹیوں نے مسلمانوں کے دباؤ میں اس کو ختم کرنے کی بات کہی تو اب نئے قانون میں یہ تبدیلی کر ان کی بات رکھ لی کہ: مستقبل میں اس کا اطلاق ہوگا، پہلے سے جو وقف جائیداد موجود ہے ان

میں وقف بائی یوزر کوتسلیم کیا جائے گا۔

وقف بائی یوزر کا مطلب یہ ہے کہ اگر لمبے عرصے سے کوئی جائیداد مسجد، درگاہ، قبرستان کے طور پر استعمال میں ہے اور مذہبی وخیراتی مقاصد کے لئے ہے تو اس کو وقف جائیداد تسلیم کیا جائے گا، اسے وقف بائی یوزر کہتے ہیں۔ عجیب بات یہ کہ 2025ء سے پہلے وقف بائی یوزر کو وقف جائیداد تسلیم کرنے کے باوجود ایک شوشہ یہ ڈال دیا گیا کہ اگر 2025ء سے قبل کے کسی وقف بائی یوزر میں کوئی تنازع ہو یا وہ سرکاری زمین ہو تو صرف استعمال سے ان کو وقف نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ کاغذات دکھانے ہوں گے، ظاہر ہے کہ بہت سی پرانی وقف جائیدادیں ایسی ہیں جن کے کاغذات موجود نہیں ہیں ان سب جائیدادوں کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

(یہ ایک طرح سے ماضی کے اوقاف کو بھی ہڑپنے کی کوشش ہے، آئے دن فرقہ پرست اور انتہا پسند افراد مسجد، درگاہ، عیدگاہ وغیرہ پر بلا دلیل ہندو مذہبی مقام ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں، بابری مسجد، گیان واپی زندہ مثال ہے اوران کے علاوہ وشو ہندو پریشد نے ساڑھے تین ہزار سے زائد مساجد پر دعویداری کی فہرست تیار کررکھی ہے، درگاہوں پر بھگوا جھنڈے لہرانا اورقبرستانوں پر یلغار کرنا بھی معمول کا حصہ بنتا جارہا ہے اورقبرستان کومسمار کیا جارہا ہے۔

(۲) اس نئے قانون کے مطابق Limitation Act کا اطلاق وقف جائیدادوں پر بھی ہوگا یعنی وقف کی جائیداد پر کسی کا 12 سال یا اس سے زیادہ کا قبضہ اس سے اس کی ملکیت تسلیم کرلی جائے۔

جب کہ 1995ء کے وقف قانون میں Limtation Act کو وقف سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا جس کا فائدہ یہ تھا کہ وقف جائیدادوں سے قدیم غاصبانہ قبضے خالی کروائے جاسکتے تھے مگر اب Limitation Act کے وقف پر بھی لاگو کردینے سے یہ ہوگا کہ جن وقف کی زمینوں پر

12 سال یا اس سے زیادہ عرصے سے کوئی قابض ہو تو وہ اس کا مالک تسلیم کیا جائے گا، یعنی اب وقف جائیداد سے ناجائز قبضے کو ہٹانے کی راہ بھی ختم کردی گئی۔

(۳) کسی زمانے میں اگر کسی غیر مسلم نے مسلمان کو کوئی زمین وقف کی ہو، اور وہ بطور مسجد، قبرستان یا مسافر خانہ استعمال ہو رہی ہو تو اب غیر مسلموں کی عطا یا وقف کے دائرے سے باہر نکل جائیں گی، اس طرح سے تو بہت سے اوقاف پر سرکار کے قابض ہونے کا خطرہ ہے، کیوں کہ قدیم ہندوستان میں بہت سے مسلمان بادشاہوں، نوابوں اور زمینداروں نے اپنی غیر مسلم رعایا کے لئے زمین وقف کی تھیں، ایسے ہی غیر مسلم حکمرانوں نے بھی زمینیں اور عمارتیں مسلمانوں کو دان کی ہیں، موجودہ قانون کی وجہ سے غیر مسلم کی جانب سے مسلمان کو دی ہوئی زمین جو وقف کے طور پر استعمال میں ہو اس پر سرکار قابض ہوگی۔ نئے وقف قانون میں وقف کرنے والے کا پانچ سال کا باعمل مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، جس کے رو سے کوئی غیر مسلم وقف نہیں کرسکتا ہے، یہ تضاد بھی ملاحظہ ہو کہ غیر مسلم وقف نہیں کرسکتا ہے مگر وقف بورڈ اور سینٹرل وقف کونسل کا ممبر ضرور ہوسکتا ہے۔

(۴) سرکار کا دوہرا رویہ دیکھیں کہ وقف بائی یوزر ہمارے لئے ختم کردیا لیکن ہندوؤں، بدھسٹوں، سکھوں اور دیگر مذاہب کی املاک کے لئے اب بھی وقف بائی یوزر تسلیم کیا جائے گا۔ یہ چیز تفریق پر مبنی ہے جو دستور ہند کی دفعات کے خلاف ہے۔

(۵) سرکار کا دوہرا رویہ یہ بھی ہے کہ ہندو، سکھ، بودھ، کرسچن کی املاک کو Limitation Act سے الگ رکھا گیا، لیکن مسلمانوں کے وقف پر اس کا اطلاق ہوگا، وقف کی زمین پر جس کا ناجائز قبضہ 12 سال یا اس سے زیادہ ہوگیا ہو وہ وقف سے نکال دی جائے گی اور قابض کا

قبضہ اس کی ملکیت مان لی جائے گی۔

(٦) ہندو انڈومنٹ جو ایک طریقہ سے ہندو اوقاف کی شکل ہے، اس میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کا ہر رکن ہندو ہوگا، اتر پردیش، کیرالہ، تامل ناڈ، کرناٹک وغیرہ میں ایسے قانون موجود ہیں جن کے مطابق ہندو جائیدادوں کا انتظام صرف ہندو ہی دیکھے گا، مگر موجودہ قانون میں اوقاف انتظامیہ میں کم ازکم دو غیر مسلموں کی نمائندگی کو لازم قرار دے دیا گیا ہے۔صرف یہی نہیں کہ دو غیر مسلم ممبر ہوں گے بلکہ مزید غیر مسلموں کو اس میں داخل کرنے کی راہ ہموار کی گئی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(٧) پہلے شرط تھی کہ وقف بورڈ کا چیف ایگزیکیٹیو مسلمان ہوگا اب اس شرط کا ہٹا دیا گیا۔

(٨) پہلے وقف بورڈ کی سفارش پر چیف ایگزیکیٹیو کا تقرر ہوتا تھا مگر اب حکومت خود اس کا تقرر کرے گی، ظاہر ہے کہ حکومت کا بندہ حکومت کی منشاء کے مطابق ہی کام کرے گا۔

(٩) سینٹرل وقف کونسل میں پہلے صرف ایک رکن ہوسکتا تھا، اب ان غیر مسلم ارکان کی تعداد بحیثیت رکن کے 13 ہوسکتی ہے، دو غیر مسلم اراکین تو لازماً شامل ہوں گے۔ ان کیعلاوہ مختلف مناصب کے لحاظ سے مزید گیارہ غیر مسلم ممبر بنائے جاسکتے ہیں۔

(١٠) ریاستی وقف بورڈ میں صرف ایک غیر مسلم اس کا چیئر پرسن ہوسکتا تھا جب کہ باقی سارے ارکان مسلمان ہوتے تھے اور انتخاب کے ذریعے آتے تھے۔اب ریاستی وقف بورڈ کے 7 ارکان غیر مسلم ہوسکتے ہیں، اور کم ازکم دو ارکان کا غیر مسلم ہونا لازمی ہے، اور ارکان کو اب وقف بورڈ پہلے کی طرح منتخب نہیں کرے گا بلکہ ریاستی حکومت نامزد کرے گی۔

(١١) نئے قانون میں اب نئے وقف کو روکنے کی کوشش کی گئی ہے، اول یہ کہ غیر مسلم اب کسی

مسلمان کو وقف نہیں کرسکتا، دوسرے یہ بھی ہے کہ جو شخص پچھلے پانچ سالوں سیا سلام پر عمل کررہا ہو وہی وقف کرسکتا ہے، یہ پوری طرح شریعت کے قانون میں مداخلت ہے۔

(اسلام کی نظر میں جو شخص اسلام قبول کرے وہ بھی اسی طرح مسلمان ہے جیسے پانچ سال پہلے کا مسلمان، یہ قانون پانچ سال تک ایک مسلمان کو اس کے بنیادی مذہبی حق سے روکنے کے مترادف ہے، دوسرے یہ کہ باعمل مسلمان کی شرط اس لئے بھی غلط ہے کہ کون اسلام پر پوری طرح عمل پیرا ہے، یہ ثابت کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔)

(۲۱) نئے وقف قانون میں وقف کے قانون کو کمزور کردیا گیا ہے، پہلے ایسا تھا کہ اگر دوسرے قوانین سے وقف کے قانون کا تعارض اور ٹکراؤ ہو تو وقف کے قانون کو ترجیح دی جائے گی، یعنی وقف قانون کو اوور رائیڈنگ ایکٹ تسلیم کیا گیا تھا، اس نئے قانون میں اس کو بھی ختم کردیا گیا۔

(۳۱) یہ جھوٹ بھی پھیلا جارہا ہے کہ وقف قانون کو کسی بھی جائیداد پر دعویداری کا مطلق اختیار دیا گیا تھا تبھی تو آج ملک بھر میں وقف جائیداد چھ لاکھ ایکڑ میں ہے،اور وقف والے ملک کے تیسرے سب سے بڑے زمین کے مالک ہیں۔

(یہ دو باتیں ایک ساتھ کردی گئی ہیں الگ الگ ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔)

جب کہ سچ یہ ہے کہ وقف سے زیادہ زمین ہندو انڈومنٹ کے پاس ہیں، صرف تمل ناڈ میں ہندو انڈومنٹ کے پاس 478000 ایکڑ، آندھرا پردیش میں 468000 ایکڑ زمین ہے، باقی ریاست چھوڑ دیں تو صرف ان دو ریاستوں کو ملاکر ہی ہندو انڈومنٹ کے پاس وقف سے زیادہ زمین ہے۔

(وقف کسی بھی زمین پر یونہی دعویداری کیسے کرسکتا ہے، اس کا مکمل ایک طریقہ ہے کہ وقف صرف وہی کرسکتا ہے جو اپنی جائیداد کا مالک ہو اور اس کو اپنی ملکیت کے دستاویزات وقف بورڈ کو جمع کرنے ہوں گے، اس کے بعد عوام کو اعتراض داخل کرنے کے لئے نوٹس جاری کیا جاتا ہے، حکومت ایک سروے کرنے والا طے کرتی ہے، جو

زمینوں کی جانچ کرتا ہے اور اس زمین کے وقف ہونے کی تصدیق کرتا ہے، اس کے بعد یہ اعلان ریاستی گزٹ میں شائع کیا جاتا ہے،کوئی بھی ایک سال کے اندر اس نوٹیفکیشن کو وقف ٹریبونل کے اندر چیلنج کرسکا ہے۔

(۴۱) یہ بھی جھوٹ پھیلایا جارہا ہے کہ وقف جائیداد کا فیصلہ یکطرفہ وقف ٹریبونل کردیتا ہے، اور کسی بھی جائیداد کو اپنے قبضے میں لے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وقف ٹریبونل کی حیثیت سول کورٹ کی ہے، جس کا اعلیٰ افسر ڈسٹرکٹ جج ہوتا ہے، ثبوت کی بنیاد پر ٹریبونل میں فیصلہ ہوتا ہے، اگر فیصلے پر کوئی ایک فریق مطمئن نہیں تو وہ ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ سے سپریم کورٹ بھی جاسکتا ہے۔

وقف قانون 2025 کی انہی خامیوں کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس قانون کی مخالفت کی ہے اور اس سلسلے میں پورے ملک میں احتجاج مرتب کیا ہے، بورڈ کی ہدایت کے مطابق پورے ملک میں احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ احتجاج اس لیے ہے تاکہ حکومت ہمارے احساسات کو سمجھے اور وقف قانون کو واپس لے۔

تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشکل وقت میں وقف قانون کی مخالفت کے سلسلے میں آگے آئیں، وقف قانون کے خلاف جو پرامن احتجاج ہورہے ہیں اس میں حصہ لیں اور حکومت سے یہ مطالبہ کریں کہ وقف قانون2025 واپس لیا جائے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی تیزی کے ساتھ روبہ زوال رہتی ہے جیسے کھیتیاں دم بھر کو شاداب ہوتی ہیں تو ان کا ہرا بھرا ہونا دل کو موہ لیتا ہے، دیکھنے والے اور خاص طور پر کسان اس سے بڑے مسرور ہوتے ہیں لیکن ان کھیتیوں کو خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

ہندوستان میں شدت پسند وفرقہ پرست عناصر روز بروز اپنی جڑوں کو وسیع اور مضبوط کرنے میں کامیاب ہورہے ہیں، جس سے ہندوستان کا سیکولرڈھانچہ کمزور ہوتا جارہا ہے۔ان حالات میں اپنے وطن عزیز سے محبت اور وابستگی کا تقاضا ہے کہ جس ملک میں ہم رہتے بستے ہیں اور جس ملک کو امن کا گہوارہ بنانے رکھنے کیلئے ہمارے آباء واجداد نے قربانیاں دی ہیں، اس سرزمین کو فتنہ وفساد، ظلم و زیادتی، نفرت وعداوت، قتل وخون، تعصب اور جانبداری سے محفوظ رکھنا اور اپنے ملک میں امن و سلامتی، پیار ومحبت، بقائے باہم اور مذہبی رواداری کی فضاء کو ہموار رکھنا، دیگر مما لک میں اپنے ملک کا نام بلند کرنے میں اپنا کلیدی کردار ادا کرنا ہمارا فرض منصبی ہے۔

وطن سے محبت فطری اور طبعی چیز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر جب غارثور سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے تو مکہ مکرمہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور ارشاد فرمایا: ’’اے مکہ! تو مجھے تمام مقامات سے زیادہ عزیز ہے، مگر کیا کروں تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے‘‘۔

امام ذہبی علیہ الرحمۃ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبوب و پسندیدہ شخصیات ومقامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ ﷺ کو حضرت عائشہ، ان کے والد حضرت ابوبکر، حضرت اُسامہ، حضرت حسنین کریمین، میٹھا شہد، جبل اُحد اور اپنا وطن محبوب تھا‘‘۔

جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنا وطن ومسکن بنالیا تو چونکہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے فطری وجبلی محبت تھی بارگاہِ الٰہی میں دست بہ دعاء ہوئے: اے پروردگار! مدینہ کو ہمارے نزدیک محبوب بنادے جس طرح ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت پیدا فرما۔(بخاری ومسلم)

حجر اسود اور مقام ابراهیم کی اهمیت

حضرت انس سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الرکن والمقام یاقوتتان من یواقیت الجنۃ'' (الحاکم) رکن (حجر اسود) اور یاقوت یہ دونوں جنت کے یاقوت ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رکن اور مقام یہ دونوں جنت کے یاقوت، اللہ عزوجل نے ان کی روشنی کو مٹا دیا ہے، اگر اللہ عزوجل ان کی روشنی کو ختم نہ کرتے تو اس مغرب اور مشرق روشن ہو جاتے (حاکم)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رکن اور مقام ابراہیم یہ جس رات حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا، اسی رات نازل ہوئی، صبح انہوں رکن اور مقام کو دیکھا تو ان کو پہچان لیا اور ان کا بوسہ لے کر انسیت حاصل کیا ''فضمھما الیہ وانس بھما'' ۔عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت فرماتے ہیں، حجر اسود کو حضرت جبرائیل جنت سے لائے ہیں، اس کو اس جگہ پر نصب کیا ہے، جہاں پر آج یہ موجود ہے، جب تک حجر اسود تمہارے بیچ موجود رہے گا تو تم اس سے استفادہ کرنا، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کو اٹھا لیا جائے اور یہ جہاں سے آیا ہے چلا جائے گا۔

SADA-E-SHUJAIYA

Urdu Monthly Magazine, Hyderabad

RNI : TELURD/2019/77738

Rs. 20/-

Editor, Printer & Owned by Syed Mohammed Ibrahim Hussaini
Printed At : Aijaz Printing Press, Diwan Dewdi, Chatta Bazar, Hyd-500002, T.S.
Published at : H.No. 22-5-918/15/A, Charminar, Hyderabad - 500002, Telangana

www.shujaiya.com | 040-66171244